ابنِ صفی

جلد نمبر
16

جاسوسی دنیا

50- پاگل خانے کا قیدی

51- شعلوں کا ناچ

52- گیارہواں زینہ

جاسوسی دنیا نمبر 52

گیارہواں زینہ

(مکمل ناول)

لٹیرا

طاہرہ نے کار روک دی۔ وہ بُری طرح تھک گئی تھی۔ ابھی پچاس میل کا سفر اور باقی تھا۔ سڑک بالکل سنسان پڑی تھی۔ اُس نے اسٹیئرنگ سے ہاتھ ہٹا کر رومال اٹھایا اور اس سے ہولے ہولے اپنی پیشانی رگڑنے لگی۔

اُسے طویل ڈرائیونگ کا خبط تھا۔ تارجام سے نصیر آباد کا فاصلہ ایک سو بیس میل سے کسی طرح کم نہ رہا ہوگا۔ لیکن وہ آج ہی نصیر آباد سے تارجام گئی تھی اور آج ہی اُس کی واپسی بھی ہوگئی تھی۔ اس وقت دن کے تین بجے تھے۔ اُس نے دوپہر کا کھانا ابھی تک نہیں کھایا تھا حالانکہ کھانے کی باسکٹ پچھلی نشست پر رکھی ہوئی تھی۔ لیکن بھوک کے باوجود بھی کھانے کی خواہش نہیں تھی اُس نے پھلوں کی ٹوکری سے ایک کیلا نکالا اور اُس کا چھلکا اتارنے لگی۔ پھر چھلکا کھڑکی سے باہر پھینکا گیا۔ ٹھیک اُسی وقت ایک تیز رفتار کار برابر سے گذری لیکن دوسرے ہی لمحے میں بریکوں کی چرچراہٹ کے ساتھ رک گئی۔ طاہرہ کی کار سے اس کا فاصلہ بمشکل تمام دس گز رہا ہوگا۔ طاہرہ کو فوراً اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ کیلے کا چھلکا شاید اُس دوسری کار میں جاگرا تھا۔

طاہرہ کھڑکی سے سر نکال کر دیکھنے لگی۔ اگلی کار کی سامنے والی سیٹ سے ایک خوشرو نوجوان اُترا جو رومال سے اپنا گال صاف کر رہا تھا۔ طاہرہ نے بوکھلا کر اپنا سر پیچھے کھینچ لیا۔

نوجوان کھڑکی کے قریب آکر بولا۔

"مجھے افسوس ہے کہ آپ مرد نہ ہوئیں۔" اُس نے کہا۔

"دیکھئے....!" لڑکی ہکلائی۔ "غ.... غغ.... غلطی ہوئی۔"

"اگر آپ مرد ہوتیں.... تو....!"

"ہاں.... آں....!" اُس نے پچھلی سیٹ پر رکھی ہوئی پھلوں کی ٹوکری اٹھاتے ہوئے کہا۔ "مجھے ڈر ہے کہ آپ پھر کوئی غلط نہ کر بیٹھیں۔"

طاہرہ کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔ وہ پھلوں کی ٹوکری اٹھاتے ہوئے اپنی کار کی طرف جارہا تھا۔

طاہرہ پھر کھڑکی سے سر نکال کر باہر دیکھنے لگی۔

وہ اپنی کار میں بیٹھ چکا تھا۔ کار اسٹارٹ ہوئی اور ہوا سے باتیں کرنے لگی۔

طاہرہ کی سراسیمگی دور ہونے میں دیر نہیں لگی۔ اُسے اُس کی جسارت پر حیرت تھی۔ اس کے لئے یہ پہلا اتفاق تھا۔ پہلی زک تھی جو ایک مرد کے ہاتھوں نصیب ہوئی تھی ورنہ ابھی تک تو وہ خود ہی دوسروں پر چھائی رہی تھی۔ اس کے ہم جماعت طلباء میں شریر سے شریر لڑکا بھی اُس سے گفتگو کرتے وقت ہکلانے لگتا تھا۔ یک بیک اُسے پھلوں کے اُس ڈاکو پر غصہ آگیا اور اُس نے بھی اپنی کار اسٹارٹ کردی۔

وہ سوچ رہی تھی کہ اُسے اس کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے۔ کار کی رفتار خاصی تیز تھی۔ اُس نوجوان کی آنکھوں میں ناچتی ہوئی شرارت اُسے بار بار یاد آرہی تھی اور ہر بار اُس کے ہونٹ نفرت سے سکڑ جاتے۔

خود اپنے کالج میں وہ "ہنٹر والی" کہلاتی تھی اور اچھے اچھے اُس سے گھبراتے تھے۔ خلیفے قسم کے لڑکوں میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اس پر آوازے کسنے کا ارادہ بھی کرسکتے۔ اُس کے ہم جماعت لڑکوں کا خیال تھا کہ وہ خوبصورت ضرور ہے لیکن اس میں عورت پن برائے نام بھی نہیں ہے۔ نصیر آباد کے ایک دولت مند گھرانے سے اس کا تعلق تھا۔ ڈرائیونگ کا شوق جنون کی حد تک رکھتی تھی اور اس میں خاصی مشاق بھی تھی.... اس نے تہیہ کرلیا کہ اگر موقع مل سکا تو وہ اُس کی کار میں سائڈ ضرور مارے گی۔

وہ آہستہ آہستہ کار کی رفتار تیز کرتی رہی اور آخر کار اُس لٹیرے کی کار کو جا ہی لیا۔ سڑک سنسان پڑی تھی اور وہ اتنی کشادہ تھی کہ اس پر تین کاریں برابر سے بہ آسانی چل سکتی تھیں۔

طاہرہ کی کار دوسری کار کے برابر دوڑنے لگی لیکن اُسے سائڈ مارنے کا موقع نہ مل سکا۔

حالانکہ کئی بار ایسا ہوا کہ دونوں کا درمیانی فاصلہ ایک فٹ سے بھی کم رہ گیا۔ مگر وہ لٹیرا کافی چالاک معلوم ہوتا تھا۔

"کیاارادے ہیں جناب۔" اُس نے طاہرہ کو مخاطب کیا۔ "یہ فورڈ کا چھکڑا نہیں ہے۔"

طاہرہ کچھ نہ بولی۔ اس نے ایک بار پھر سائیڈ مارنے کی کوشش کی لیکن وہ صاف بچالے گیا۔

"دیکھئے آپ مجھے خواہ مخواہ چھیڑ رہی ہیں۔ میں آپ کے والد صاحب سے شکایت کردوں گا۔" پھلوں کا لٹیرا بولا۔

طاہرہ اس پر بھی کچھ نہ بولی۔ دراصل اس کا ذہن پراگندہ ہو گیا تھا۔ کچھ سمجھ میں ہی نہیں آرہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔ اُس نے اپنا حوصلہ بڑھانے کے لئے اپنے چند پچھلے کارنامے یاد کئے۔ لیکن اس سے بھی کام نہ چلا۔ پھر اُسے خود غصہ آگیا اور وہ اپنی کار آگے نکال لے گئی۔ لٹیرے کے قہقہے نے غصے کی آگ اور تیز کردی۔

اس کا دل چاہ رہا تھا کہ اپنی بوٹیاں نوچ ڈالے اس وقت اُس کے غرور کو حقیقی معنوں میں ٹھیس لگی تھی۔ اب وہ اس کوشش میں تھی کہ چپ چاپ نکل ہی جائے لیکن تھوڑی ہی دیر میں لٹیرے کی کار اُس کی کار کے برابر پہنچ گئی۔

اُس نے کھکھار کر کہا۔ "میں نے کہا.... کیا خفا ہو گئیں۔"

"شٹ اپ....!" طاہرہ حلق پھاڑ کر چیخی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ چند لمحے کھانستی رہی۔

"کیا ویکس کی ٹکیاں پیش کردوں۔" لٹیرے نے اُسے چھیڑا۔

"تم کمینے ہو۔" طاہرہ نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"شکر ہے کہ آپ بے تکلف تو ہوئیں۔" لٹیرے نے بے تکان جواب دیا۔

طاہرہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے اسٹیئرنگ کرتی رہی۔ اس کی نظر سامنے تھی ذہن ہوا میں اڑ رہا تھا۔

"آپ کا تھرماس خالی نہیں ہوگا۔" لٹیرے نے پھر اُسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی۔ "اس میں چائے یا کافی ضرور ہوگی اور یہ بھی ممکن ہے کہ شیری کی کاک ٹیل ہو۔"

"خاموش رہو۔" طاہرہ پلٹ پڑی۔ "میں لفنگوں کو منہ لگانا پسند نہیں کرتی۔"

"اچھی بات ہے۔" اُس نے کہا۔ "میں آپ کے لئے کوئی شریف آدمی مہیا کرنے کا،

کوشش کروں گا۔"

"شٹ اَپ....!"

"یہ کیا چیز ہوتی ہے محترمہ! میں انگریزی نہیں سمجھتا۔"

"سور....!" طاہرہ زیرِ لب بڑبڑا کر پھر خاموش ہو گئی۔

دونوں کاریں اب بھی برابر برابر دوڑ رہی تھیں۔

"لفنگے بھی بھوک اور پیاس محسوس کرتے ہیں۔" نوجوان بولا۔ "لہٰذا اگر آپ کا تھرماس میرے کام نہ آسکا تو میں خود کو انتہائی بدقسمت سمجھوں گا۔"

"تم اُسمیں ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے... اور پھلوں کی ٹوکری بھی تمہیں واپس کرنی پڑے گی سمجھے!"

"نہیں سمجھا۔ میں اس قسم کی فضول باتیں سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتا۔"

اچانک پیچھے سے کسی تیسری کار کے ہارن کی آواز آئی اور پھلوں کے لٹیرے نے اُسے آگے نکل جانے کا موقع دینے کے لئے اپنی کار کی رفتار کم کر دی۔ طاہرہ کی گاڑی آگے نکل گئی اور پھر وہ کار بھی آگے بڑھ گئی جس کو اُس نے راستہ دیا تھا۔

وہ کار تو آگے نکل گئی لیکن طاہرہ نے اپنی کار روک دی۔ روکی بھی تو اسطرح کہ لٹیرے کی کار کا راستہ رک گیا لیکن اس نے بڑی پھرتی سے بریک لگا کر اُسے طاہرہ کی کار سے ٹکرانے سے بچا لیا۔

"کیا تم مرنا چاہتی ہو۔" اُس نے مسکرا کر پوچھا۔

"میں بدتمیزی نہیں پسند کرتی۔" وہ بے تحاشہ چیخی۔

"اس میں تمہاری پسند کا سوال ہی نہیں ہے۔"

طاہرہ اپنی کار سے اُتر آئی۔ ساتھ ہی وہ بھی اُترا لیکن طاہرہ اُس کی پرواہ کیے بغیر اُس کی کار کی طرف جھپٹی وہ چپکے سے دوسری طرف کھسک گیا۔ بہرحال قبل اس کے کہ وہ اُس کی گاڑی سے پھلوں کی ٹوکری اٹھاتی اُس نے اس کا تھرماس پار کر دیا۔ طاہرہ نے ٹوکری اپنی کار میں ڈالی اور پھر اُس کی کار فراٹے بھرنے لگی۔

نوجوان نے وہیں کھڑے کھڑے تھرماس کا ڈھکن کھولا اور اُس میں کافی تھی۔ اُس نے تھرماس ہی منہ میں لگا لیا۔ جتنی پی سکا پی لی اور بقیہ کو سڑک کے کنارے انڈیل کر اپنی کار میں آبیٹھا.... پھر اس کی کار بھی آگے بڑھ گئی۔

لیکن تین یا چار میل چلنے کے بعد بھی اُسے طاہرہ کی کار کہیں نظر نہ آئی۔

بات یہ ہوئی تھی کہ طاہرہ وہاں سے بہت تیزی سے چلی تھی۔ اس کا ارادہ تھا کہ تیز سے تیز فتار کے ساتھ وہ اس کی دسترس سے نکل جائے گی لیکن پھر اُسے یہ خیال ترک کر دینا پڑا کیونکہ اس کی مہارت اور مشاقی کا نمونہ پہلے ہی دیکھ چکی تھی۔

بہر حال وہ اُس سے پیچھا چھڑانا چاہتی تھی لہٰذا اب اُس سے بہتر اور کوئی تجویز ہو ہی نہیں لتی تھی کہ وہ کار کو کسی کچے راستے پر اتار کر اُس کے آگے بڑھ جانے کا انتظار کرے۔

پھر اُس نے یہی کیا۔ کار سڑک کی بائیں جانب کے ایک کچے راستے پر اتاری اور آگے بڑھتی لی گئی۔ یہ راستہ نشیب میں تھا اور نیچے جا کر کچھ اس طرح ایک طرف مڑ گیا تھا کہ سڑک پر سے ں تک کسی کی نظر کا پہنچنا محال ہی تھا۔ اُس نے کار وہیں کھڑی کر دی اور چند لمحے بےحس و حرکت بھی کچھ سوچتی رہی۔ پھر پچھلی سیٹ کی طرف مڑی اور کھانے کی باسکٹ میں ہاتھ ڈال دیا۔

پھر جلدی سے ہاتھ کھینچ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ اُسے کافی کے تھرماس کی تلاش تھی۔

دوسرے لمحے میں اُس نے جھلا کر اپنی پیشانی پر دو ہتھڑ رسید کیا اور سو فیصد بسورنے لگی۔

"کمینہ .... مردود ....!" وہ آہستہ سے بڑبڑائی۔

لیکن جلدی ہی اُسے اپنی دوسری غلطی کا بھی احساس ہو گیا۔ یہ راستہ اتنا تنگ تھا کہ کار ڑنے کی گنجائش نہیں تھی۔ نیچے دور تک ایک گہری کھڈ تھی۔ یعنی گاڑی کو بیک کرنے کی شش بھی موت کے لئے دعوت نامہ ہی ثابت ہوتی۔ ذرا سی لغزش اُسے اُس گہری کھڈ میں پہنچا ۔ تھی۔

وہ چند لمحے کچھ سوچتی رہی پھر کار سے اُتر کر آگے بڑھی۔ اُس نے سوچا ممکن ہے آگے جا کر ئی کشادہ جگہ مل جائے کہ وہ کار موڑ سکے لیکن اُسے مایوسی سے دوچار ہونا پڑا۔ آگے چل کر وہ ستہ ایک پتلی سی پگڈنڈی میں تبدیل ہو گیا تھا اور پگڈنڈی کے دونوں طرف زمین اس حد تک ہموار تھی کہ کار تو پگڈنڈی پر ٹک جاتی اور اُس کے چاروں پہیے خلاء میں ناچتے رہ جاتے۔ طاہرہ کا چکرانے لگا۔ ہاتھ پیر ٹھنڈے ہو گئے اور پورے جسم سے پسینہ چھوٹ پڑا۔ اُس کی سمجھ میں ۔ آ رہا تھا کہ کیا کرے۔

وہ پھر کار کی طرف واپس آئی۔ اُس نے سوچا اب سڑک کی طرف چلنا چاہیے۔ ممکن ہے

کوئی صورت نکل ہی آئے۔ کسی دوسرے کی مدد کے بغیر کار کا وہاں سے نکلنا قطعی ناممکن تھا۔

پھر وہ تقریباً دوڑتی ہوئی سڑک تک آئی۔

سڑک ویران پڑی تھی۔ وہ ایک درخت کے تنے سے ٹک کر ہانپنے لگی۔

اس کی بدحواسی بڑھتی جا رہی تھی۔ آج زندگی میں پہلی بار اُسے احساس ہوا کہ عورت بے بس اور کمزور ہوتی ہے۔

دفعتاً مخالف سمت سے ایک کار آتی دکھائی دی اور اُس کا دل دھڑکنے لگا۔

وہ آنے والوں سے مدد کی درخواست کر سکتی تھی مگر ظاہر ہے کہ اُس کی کار کے متعلق استفسار ضرور کیا جاتا کہ وہ وہاں کیسے پہنچی اور طاہرہ اُس کا کوئی معقول جواب نہ دے سکتی۔

کار نزدیک آگئی۔ ساتھ ہی طاہرہ کو غصہ بھی آگیا کیونکہ یہ اُسی کی کار تھی۔ جس کی بدولت اُسے یہ پریشانی نصیب ہوئی تھی۔

وہ کار روک کر اُتر پڑا۔ اُس کے ہاتھ میں طاہرہ کا تھرماس تھا۔

"یہ لیجئے۔" اُس نے بڑی بے پروائی سے تھرماس اُس کی طرف بڑھا دیا۔

طاہرہ کا دل تو چاہا کہ ایک تھپڑ رسید کر دے۔ لیکن اپنی پوزیشن کا احساس کر کے خاموش رہ گئی۔ اُس نے ہاتھ بڑھا کر تھرماس واپس لے لیا۔

وہ واپس جانے کے لئے مڑا ہی تھا کہ طاہرہ نے کہا۔

"آپ کی بدولت میں مصیبت میں پھنس گئی ہوں۔"

"میری بدولت.... مصیبت....!" وہ مڑ کر بولا۔

"میری کار.... وہاں.... نیچے پھنس گئی ہے۔" طاہرہ نے ہاتھ اٹھا کر نشیب میں اشارہ کیا۔

"کیا میں اُسے وہاں لے گیا تھا۔" اُس نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"تمہیں کار وہاں سے نکالنی پڑے گی۔ سمجھے۔" طاہرہ پھر جھلا گئی۔

"بہت خوب! یہ استدعا کرنے کا نیا طریقہ ہے۔"

"استدعا نہیں۔ تمہاری ہی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔"

"میری ہی وجہ سے تو سب کچھ ہوا ہے۔ نیلا نیلا بیکراں آسمان.... یہ اُفق کو چومتے ہوئے درختوں کی قطاریں.... اور یہ آپ.... جس کی آنکھیں جھیل میں کھلے ہوئے کنول کی طرح

شگفتہ ہیں.... آہا.... خیر تو کہنے کا یہ مطلب کہ دھونس دھڑلے سے کام نہیں چلے گا۔ لجاجت سے استدعا کیجئے تو شائد میں کچھ مدد بھی کر سکوں یا پھر میری مزدوری دیجئے۔ آپ کی باسکٹ میں کھانے کی چیزیں بھی ہوں گی۔ کافی تو بالکل نہیں بچی۔"

"میری کار نکالو.... ورنہ میں تم پر پتھر برساؤں گی۔"

"پھر کاٹنے دوڑو گی۔ خدا محفوظ رکھے! اچھا تو میں چلا....!"

جیسے ہی وہ اپنی کار کی طرف مڑا۔ جھلاہٹ میں اچانک طاہرہ کا "ہنٹر والی پن" جاگ اٹھا۔ اُس نے جھپٹ کر اُس کے کوٹ کا کالر پکڑ لیا اور اُسے بُری طرح جھنجھوڑ کر ہسٹریائی انداز میں چیخی۔ "تمہیں کار نکالنی پڑے گی۔ نکالنی پڑے گی۔"

"آہم....!" ایک تیسری آواز سنائی دی اور طاہرہ بے ساختہ چونک پڑی۔

اُس آدمی کی کار کی پچھلی نشست سے ایک دوسرا آدمی باہر آ رہا تھا۔

"کیا بات ہے۔" اُس نے دونوں کے قریب پہنچ کر کہا۔

طاہرہ کے ہاتھ سے اُس کا گریبان چھوٹ گیا اور اُس نے محسوس کیا کہ وہ اُس دوسرے آدمی کی آمد پر کچھ سٹپٹا گیا ہے۔ طاہرہ کو اس دوسرے آدمی کی موجودگی کا علم نہیں تھا۔ ممکن ہے وہ پچھلی سیٹ پر سو یا رہا ہو۔ اُس کی آنکھیں بھی نیند میں ڈوبی سی معلوم ہو رہی تھیں۔ طاہرہ ایک بار سے زیادہ اُس کے چہرے کی طرف دیکھنے کی ہمت نہ کر سکی۔ وہ ایسی ہی بارعب اور پُر وقار شخصیت کا مالک تھا۔

"کیا بات ہے۔" اُس نے پھر صاف مگر مدہم آواز میں پوچھا۔ اُس کی آواز نیند کے اثر سے پاک تھی۔

طاہرہ تھوڑی دیر تک ہکلائی اور پھر اُس کی زبان قینچی کی طرح چل پڑی۔

دوسرا آدمی پہلے کو قہر آلود نظروں سے گھور رہا تھا۔ طاہرہ کے خاموش ہوتے ہی اُس نے کہا۔ "مجھے بتائیے! آپ کی کار کہاں ہے۔"

"وہ اُدھر.... نیچے.... آیئے.... دکھاؤں۔"

"میں سمجھ گیا۔ اچھا! مجھے افسوس ہے کہ آپ کو پریشانی ہوئی۔"

پھر وہ دوسرا آدمی تنہا نشیب میں اُتر گیا۔ طاہرہ سوچنے لگی کہ کہیں وہ بھی کوئی نئی حرکت نہ

کر بیٹھے۔

"اب شامت آگئی کار کی۔" پھلوں کے لٹیرے نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔

"کیا مطلب.....!"

"میرے بڑے بھائی ہیں۔ پاگل بھی ہیں۔ میں تو عاجز آگیا ہوں ان سے۔ خدا نے چاہا تو کار سمیت کھڈ میں گریں گے۔ چلو پیچھا چھوٹا۔"

طاہرہ بوکھلا کر نشیب کی طرف دوڑی۔ لیکن اُسے موڑ ہی پر رک جانا پڑا۔ کیونکہ دوسرا آدمی کار کو بیک کرتا ہوا سڑک کی طرف لا رہا تھا۔ وہ الٹے پاؤں واپس آئی۔

کار سڑک پر آگئی اور دوسرا آدمی اُس پر سے اُترتا ہوا بولا۔ "میں ایک بار پھر معذرت چاہتا ہوں۔ اس کی وجہ سے خواہ مخواہ آپ کو پریشان ہونا پڑا۔"

طاہرہ اس طرح خالی الذہن ہو گئی تھی کہ کچھ کہے بغیر کار میں بیٹھی اور انجن اسٹارٹ کر دیا۔ کار فراٹے بھرتی ہوئی آگے نکل گئی۔

اُن کی تلاش

طاہرہ کئی دنوں تک اُن دونوں کے متعلق سوچتی رہی۔ وہ دونوں ہی عجیب تھے۔ ایک انتہائی غیر سنجیدہ اور تکلیف دہ حد تک بے تکلف، دوسرا ضرورت سے زیادہ سنجیدہ۔ اُس دوسرے آدمی کے متعلق اُس نے بڑی اچھی رائے قائم کی تھی۔ لیکن وہ لمحات یاد کر کے وہ نہ جانے کیوں کانپ جاتی۔ وہ لمحات.... جب اُس نے اُس سے گفتگو کی تھی۔

طاہرہ کو عورت پن سے نفرت تھی۔ وہ مردوں کی طرح زندگی بسر کرتی تھی۔ اُسے کبھی کسی سے خوف محسوس نہیں ہوا۔ لیکن.... وہ آدمی.... وہ اکثر سوچتی کہ اُس نے اُس کے شریر ساتھی کے مقابلے میں اُس کے متعلق کوئی اچھی رائے کیوں قائم کی ہے۔ وہ اس کے بارے میں کیوں سوچتی ہے۔ اس کا ذہن اُسے یادداشت کی سطح سے جھٹک کیوں نہیں دیتا.... شائد اس لئے کہ اُس نے اپنی زندگی میں خود کو پہلی بار عورت محسوس کیا تھا.... اور اس وقت جب کہ وہ اس سے ہم کلام تھی۔

طاہرہ نے ان واقعات کا تذکرہ اپنی سب سے قریبی دوست کورنیلیا سے کیا۔ جسے وہ پیار سے کورنی کہتی تھی۔ کورنیلیا اینگلو انڈین تھی۔ اُس کی ہم عمر اور ہم جماعت بھی تھی وہ بھی طاہرہ ہی کی طرح افتادِ طبع کے معاملے میں انوکھی تھی۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ دونوں نصیر آباد ہی آئے ہیں۔" کورنی نے پوچھا۔

"مجھے یقین ہے لیکن اس یقین کی بنیاد کسی منطقی دلیل پر نہیں ہے۔"

"دل کہتا ہے کیوں؟" کورنی معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

طاہرہ اُس کی مسکراہٹ کا مطلب سمجھ کر جلدی سے بولی۔ "مجھے دراصل اُس سور سے انتقام لینا ہے جو پھلوں کی ٹوکری اور تھرماس لے گیا تھا۔"

"میں سمجھی.... تو پھر کیا ارادہ ہے؟ انہیں تلاش کریں۔" کورنی نے پوچھا۔

"دل تو یہی چاہتا ہے۔ مجھے بڑی خفت ہوئی تھی اور تم جانتی ہو کہ جب مجھے کسی مرد کے مقابلے میں خفت اٹھانی پڑتی ہے تو میں کیا کرتی ہوں۔"

"میں جانتی ہوں۔ مگر ہم انہیں کہاں تلاش کرتے پھریں گے۔ ضروری نہیں کہ ہمیشہ دل کی آواز سچی ہی ثابت ہو۔"

"دیکھو....!" طاہرہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ ٹورسٹ تھے اگر ٹورسٹ تھے تو اُن کا قیام یقینی طور پر سریم بالا ہلز پر ہوگا۔"

"تب تو میں ضرور چلوں گی۔ آج کل سریم بالا گلزار ہوگا۔ اوہو.... تمہاری ایک کوٹھی بھی تو ہے وہاں۔ میرا خیال ہے کہ اگر وہ تمہیں وہاں مل جائے تو کسی تدبیر سے اُسے گیارہویں زینے پر چڑھا دینا۔"

یک بیک طاہرہ سنجیدہ ہوگئی۔

"کورنی.... ڈیئر....!" اُس نے تھوڑی دیر بعد مغموم لہجے میں کہا۔ "اُس منحوس کا حوالہ میرے سامنے نہ دیا کرو۔"

"میں نے اکثر اُس کے متعلق سوچا ہے.... طاہرہ! کیا وہ سب کچھ حقیقت ہے جو میں اُس کے بارے میں سنتی رہی ہوں۔"

"تم کئی بار پوچھ چکی ہو۔ کورنی اس کی حقیقت میں شبہے کی گنجائش نہیں ہے وہ زینہ اب تک

پانچ جانیں لے چکا ہے۔"

"کیا یہ بھی صحیح ہے کہ ہمیشہ گیارہ تاریخ اور گیارہ بجے رات ہی کو وہ حادثات پیش آئے تھے۔"

"ہاں یہ بھی حقیقت ہی ہے۔ اس کے آخری شکار کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا صرف ڈیڑھ ماہ پہلے کی بات ہے۔"

"آخر وہ آدمی زینے پر چڑھا ہی کیوں تھا۔" کورنیلیا نے پوچھا۔

"محض یہ ثابت کرنے کے لئے وہ سب کچھ واہمہ تھا۔ ہم سب وہاں موجود تھے۔ جیسے ہی کلاک نے گیارہ بجائے وہ زینوں پر چڑھتا چلا گیا پھر وہ گیارہواں ہی زینہ تھا جس پر قدم رکھتے ہی ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے اُسے اچھال دیا ہو۔ وہ سر کے بل نیچے آیا اور تین چار منٹ کے اندر ہی اندر تڑپ کر سرد ہو گیا۔"

"مجھے معلوم ہے تمہارے چچا نے اُس رات شائد ڈی۔ایس۔پی سٹی کو بھی وہاں مدعو کیا تھا۔"

"یقیناً اُس کے علاوہ اور پھر کیا کرتے۔ وہ ہمارا نیا منیجر تھا۔ شاید تم نے بھی اُسے دیکھا ہو۔ جوان آدمی تھا۔ بس ایک دم سے وہ اُسے واہمہ ثابت کرنے پر تل گیا۔ چچا جان نے اُسے باز رکھنا چاہا لیکن ناکام رہے۔ ڈی۔ایس۔پی سٹی اور دوسرے آفیسروں کو دراصل اسی نے مدعو کیا تھا۔ بات یہ تھی کہ سریم بالا والی کوٹھی کو حکومت کرائے پر حاصل کرنا چاہتی تھی۔ مقصد جو کچھ بھی رہا ہو۔ خدا جانے! چچا جان نے عذر پیش کیا کہ وہ آسیب زدہ ہے اور ہر ماہ کی گیارہ تاریخ گیارہ بجے رات کو وہاں کوئی نہ کوئی غیر معمولی بات ضرور ہوتی ہے اور بالا خانے کا گیارہواں زینہ تو خاص طور پر مخدوش ہو جاتا ہے۔ اس پر ہمارے نئے منیجر نے کہا کہ یہ سب واہمہ ہے اور وہ اُسے ثابت کر دے گا۔ بہر حال درجنوں تماشائیوں کے مجمع میں وہ زینوں پر چڑھا.... اور انجام جو کچھ ہوا وہ ان آنکھوں نے بھی دیکھا ہے۔"

کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر طاہرہ نے کہا۔ "شاید تم نے کوٹھی نہیں دیکھی۔ بہت کشادہ ہے۔ اُس کے کئی حصے اب بھی سیزن میں کرائے پر اٹھا دیئے جاتے ہیں مگر آسیب زدہ حصہ مقفل ہی رکھا جاتا ہے۔"

"ختم کرو۔" کورنی ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "چلنے کے متعلق کیا کہتی ہو۔"

"میں تیار ہوں۔"

"مگر کم از کم ایک ہفتہ ضرور قیام کریں گے۔ کیا کوٹھی کا کوئی حصہ خالی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ دو کمرے ابھی تک خالی ہیں۔ یا کئی ہوں۔ کوٹھی چونکہ بدنام ہے اس لئے بہت کم ٹورسٹ اُدھر کا رخ کرتے ہیں۔ حالانکہ اُس کے ایک مخصوص حصے کے علاوہ اور ہر جگہ امن رہتا ہے.... مگر شاید اس بار پھر کسی کی شامت آئی ہے۔"

"یعنی....!"

"اس بار پھر وہ آسیب زدہ حصہ کرائے پر اٹھ گیا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تمہارے چچا سے سرکاری طور پر اُس کے لئے جواب طلب کیا جائے گا۔ یعنی حالات سے باخبر ہوتے ہوئے بھی انہوں نے اُسے کرائے پر اٹھا دیا۔"

"جواب طلب ہونے کی صورت میں وہ قطعی بری الذمہ ہوں گے کیونکہ یہ حصہ اُسی ڈی۔ ایس۔ پی کے ایماء پر دیا گیا ہے جو حادثے کے وقت وہاں موجود تھا۔"

"تب تو معاملہ گڑبڑ معلوم ہوتا ہے۔" کورنی سر ہلا کر بولی۔

"مجھے خود بھی حیرت ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ ڈی۔ ایس۔ پی سے اُس کی دشمنی ہو۔ جسے وہ حصہ کرائے پر دلوایا گیا ہے۔"

اُسی سہ پہر کو وہ سریم بالا کے لئے روانہ ہو گئیں۔ سریم بالا کی شادات پہاڑیاں نصیر آباد سے دس میل دور شمال کی جانب واقع تھیں لیکن آبادی کا شمار نصیر آباد ہی کی آبادی میں ہوتا تھا۔ گرمیوں کی شروعات تھی اس لئے سریم بالا کی پہاڑیاں پہلے سے زیادہ آباد ہو گئی تھیں۔ نزدیکی شہروں کے ٹورسٹ کافی بڑی تعداد میں یہاں آئے تھے۔ ان میں کچھ ایسے بھی تھے جو پورا سیزن یہیں گذارنا چاہتے تھے۔ بہرحال یہ یہاں تفریحات کا زمانہ تھا۔ نائٹ کلب اور ہوٹل دن رات آباد رہتے تھے۔

اقامتی ہوٹلوں میں جگہ نہیں رہ گئی تھی اور کرائے پر اٹھنے والی عمارتوں کا یہ حال تھا کہ کالی کوٹھی جیسی بدنام عمارت کے بھی وہ حصے قریب قریب آباد ہی ہو گئے تھے جن پر آسیب کا اثر نہیں تھا۔

یہ کوٹھی نصیر آباد کے ایک متمول خاندان کی ملکیت تھی اور اس کے متعلق کئی پشتوں سے پُراسرار واقعات سنے جا رہے تھے۔ اسی خاندان کے کئی افراد اُسی کوٹھی میں پُراسرار حالات میں

موت کا شکار ہو چکے تھے۔ گیارہویں زینے کی داستانیں ان اطراف میں عام تھیں۔ طاہرہ بھی اُسی خاندان کی ایک فرد تھی۔

ایک گھنٹے کے اندر ہی اندر وہ دونوں سیریم بالا پہنچ گئیں۔

"مگر کورنی....!" طاہرہ نے کہا۔ "ہم اُن کی تلاش کہاں سے شروع کریں۔"

"فی الحال انہیں جہنم میں جھونکو۔ ذراان سرسبز پہاڑیوں کی طرف دیکھواور ان کی چوٹیوں پر چھائی ہوئی سنہری دھند جن میں کئی رنگ لہریں لے رہے ہیں۔"

طاہرہ کچھ نہ بولی۔ کورنیا بڑبڑاتی رہی۔ میں ان مناظر کو دیکھ کر پاگل ہو جاتی ہوں۔ میرادل چاہتا ہے کہ ایک ننھی سی بچی کی طرح ان پہاڑیوں پر چھلانگیں مارتی پھروں۔"

"مجھے ان سب میں کوئی خاص بات نہیں نظر آتی۔" طاہرہ نے کہا۔

"تم میں جمالیاتی حس ہے ہی نہیں۔"

"چھوڑو.... ختم کرو۔" طاہرہ نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اچھا تو پھر ہم فی الحال کوٹھی ہی کی طرف چل رہے ہیں۔"

"جہاں دل چاہے چلو۔ مجھے اُن آدمیوں سے قطعی کوئی دلچسپی نہیں ہے جن کے چکر میں تم یہاں آئی ہو۔ مجھے تو تبدیلی درکار تھی اپنا شہر تو ہڈیوں کے پنجروں اور زندہ لاشوں کا مسکن ہے یا پھر وہاں کے آدمی چلتی پھرتی مشین معلوم ہوتے ہیں۔"

"بہت اونچی اڑ رہی ہو آج کل۔ کس شاعر کا مطالعہ کر رہی ہو۔ کیٹس یا بائرن کے علاوہ اور کون ہوگا۔ یہ ساری باتیں جو تم نے ابھی کی ہیں میری نظر میں اُن کی وقعت ذہن کے جالے سے زیادہ نہیں ہے۔"

"تمہاری تخلیق ریتلی مٹی سے ہوئی ہے۔" کورنیا نے کہا۔

اُن کی کار کالی کوٹھی کے پھاٹک پر پہنچ چکی تھی۔ اس عمارت کا نام تو دانش منزل تھا مگر یہ سریم بالا میں کالی کوٹھی کے نام سے مشہور تھی۔ غالباً وجہ تسمیہ وہ پُر اسرار روایات تھیں جو اس سے منسوب رہی تھیں۔

یہ ایک کافی لمبی چوڑی عمارت تھی۔ گرمیوں میں اس کے پھاٹک پر ایک چوکیدار بھی نظر آنے لگتا تھا۔ ورنہ ویسے یہاں صرف ایک مالی اور ایک ایسا آدمی رہتا تھا جس کے سپرد عمارت کی

دیکھ بھال تھی۔

چوکیدار طاہرہ کو پہچانتا تھا۔ وہ اسکی کار کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ کار کی رفتار رینگنے کی حد تک کم تھی۔ چوکیدار طاہرہ کو بتا رہا تھا کہ آسیب زدہ حصے کے کرایہ دار اپنا زیادہ تر وقت عمارت کے اندر ہی گذارتے ہیں اور آج صبح انہوں نے سیاہ رنگ کی بلیوں کے پانچ سر باہر پھینکوائے تھے۔

"جی ہاں.... مس صاحب۔" چوکیدار نے کہا۔ "انہوں نے مالی کو بتایا تھا کہ صرف سر ہی ملے تھے اور دھڑ غائب تھے۔"

"وہ کتنے آدمی ہیں۔" طاہرہ نے پوچھا۔

"دو ہیں صاحب! مگر وہ خائف نہیں معلوم ہوتے۔ انہوں نے بڑی لاپروائی سے وہ پانچوں سر باہر پھینک دیئے تھے۔"

"ہاں...اچھا...دیکھو...سامان اتراؤ..اور اُن سے کہہ دو کہ میں اُن سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"کیوں.....!" کورنیا نے کہا۔ "نہیں! اس بوریت سے کیا فائدہ۔ سامان اتروادو۔ اس کے بعد ہم کہیں چل کر چائے پیئیں۔"

"نہیں میں انہیں سمجھاؤں گی۔ وہ اسی وقت اُس حصے کو خالی کردیں۔" طاہرہ نے کہا۔

"تم بعض اوقات بہت شدت سے کھلنے لگتی ہو۔" کورنیا نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "کیا وہ بچے ہیں کیا انہیں حالات کا علم نہ ہوگا۔"

طاہرہ کار سے اُتر گئی اور اُس نے اپنے ساتھ کورنیلیا کو بھی عمارت کے اُس حصے کی طرف کھینچنا شروع کردیا جس کا رخ مغرب کی جانب تھا۔

"وہ یہی سمجھیں گے کہ ہم اُن سے فلرٹ کرنا چاہتے ہیں۔" کورنیلیا نے کہا۔

"چلو.... بکواس نہ کرو۔ میں نہیں چاہتی کہ اس عمارت کی تاریخ میں کسی نئے حادثے کا اضافہ ہو۔"

"آہا.... اب مجھ سے بھی اڑنے کی کوشش کررہی ہو۔" کورنیا مسکرائی۔ "یہ کیوں نہیں کہتیں کہ تم اُن دلیر آدمیوں کو دیکھنا چاہتی ہو۔"

"یہی سمجھ لو۔ میں انہیں دیکھنا اور سمجھنا چاہتی ہوں۔"

کورنیلیا خاموش ہوگئی وہ دونوں وہاں پہنچ گئیں۔

برآمدے کا رخ مغرب کی جانب تھا اور وہاں سرخی مائل دھوپ پھیلی ہوئی تھی اور دونوں کرائے دار برآمدے ہی میں موجود تھے۔ ان کی آہٹ پر ایک آدمی مڑ کر باہر دیکھنے لگا۔

"ارے....!" دفعتاً طاہرہ چلتے چلتے رک گئی اور ساتھ ہی وہ آدمی بھی اچھل پڑا۔ اُس کی اس حرکت پر دوسرے نے بھی مڑ کر اُن کی طرف دیکھا۔

"یہ تو وہی دونوں ہیں۔" طاہرہ بڑبڑائی۔

"کون.... وہی.... نہیں....!" کورنیلیا بھی متحیر نظر آنے لگی۔

طاہرہ پہلے تو ٹھٹکی تھی مگر اب وہ آگے بڑھی۔

اُدھر پھلوں کے لٹیرے نے دوسرے سے کہا۔ "کیوں؟ میں نہ کہتا تھا کہ آسیب وہیں سے ہمارے پیچھے لگے ہوئے آئے ہیں۔"

"اوہ.... آیئے آیئے۔" دوسرا آدمی اٹھتا ہوا بولا۔

وہ دونوں اوپر برآمدے میں آ گئیں۔ یہاں اور بھی کرسیاں موجود تھیں۔

"بیٹھئے....!" اُس نے کہا۔

طاہرہ آ تو گئی تھی لیکن اُس کے قریب پہنچتے ہوئے اُس کی پھر وہی حالت ہوگئی جو پہلی بار ہوئی تھی۔ وہ محسوس کر رہی تھی کہ بمشکل ہی اُس سے گفتگو کر سکے گی۔ وہ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی بیٹھ گئی۔

پھلوں کا لٹیرا کورنیلیا کو گھور رہا تھا اور کورنیلیا بڑی بے پروائی سے دوسری طرف دیکھ رہی تھی۔

"کیا آپ اس عمارت کی ہسٹری سے واقف ہیں۔" طاہرہ نے دوسرے آدمی سے پوچھا۔

"جی ہاں اچھی طرح۔" اُس نے آہستہ سے جواب دیا۔

"اس کے باوجود بھی.... خیر.... میں آپ کو یہی مشورہ دوں گی کہ آپ کسی دوسرے حصے میں منتقل ہو جایئے۔"

"شکریہ.... لیکن میں آپ کی اس کرم فرمائی کا مقصد ضرور پوچھوں گا۔"

"بس یونہی! کیا آپ ایک دن میرے کام نہیں آئے تھے۔" طاہرہ نے سر جھکائے ہوئے جواب دیا۔ وہ خود میں اتنی ہمت ہی نہیں پاتی تھی کہ اُس سے آنکھ ملا کر گفتگو کر سکتی۔ نہ جانے اس کی آنکھوں میں کیا تھا۔ بظاہر وہ کچھ غنودہ سی تھیں۔ کچھ اداس اداس سی۔ پلکیں نیچے کی طرف جھکی

رہی تھیں۔

"آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ ہم یہاں ہیں۔"

"میں نے یہ سنا تھا کہ کسی نے یہ حصہ کرائے پر لیا ہے۔ دراصل یہ عمارت میرے ہی خاندان کی ملکیت ہے۔"

"اوہ.... آپ نواب عابد کی کون ہیں۔"

"بھتیجی.... مجھے طاہرہ کہتے ہیں.... اور یہ میری دوست.... کورنیلیا وڈورتھ۔"

"بڑی خوشی ہوئی۔" پھلوں کا لٹیرا بولا۔

"دیکھئے محترمہ طاہرہ۔ ہم لوگ یہاں بہت آرام سے ہیں۔" دوسرے نے کہا۔ "رہ گئے غیر معمولی واقعات تو ہم اُن سے خائف نہیں ہیں۔"

"آخر آپ خاص طور پر اسی حصے میں رہنے پر کیوں مصر ہیں۔" طاہرہ نے پوچھا۔

"بس یونہی۔ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ مجھے بھوتوں سے دلچسپی ہے۔"

"اور مجھے چڑیلوں سے۔" پھلوں کے لٹیرے نے کہا۔

لیکن طاہرہ اُس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی۔ البتہ کورنیلیا نے اُسے قہر آلود نظروں سے گھورا۔ لٹیرا اپنے پائپ میں تمباکو بھرنے لگا تھا اور اُس کی نظر اُسی پر تھی۔

"خیر....!" طاہرہ نے ایک طویل سانس لیکر کہا۔ "لیکن اُن زینوں سے ہوشیار رہئے گا۔"

"میں آج کافی دیر تک گیارہویں زینے پر بیٹھا رہا ہوں۔" اُس نے جواب دیا۔

"ہو سکتا ہے لیکن وہ ہر ماہ کی گیارہ تاریخ اور گیارہ بجے رات کو مخدوش ہو جاتا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتی کہ آپ خود کو خطرے میں کیوں ڈال رہے ہیں۔"

"آپ بیکار پریشان ہیں۔" دوسرا آدمی ہنسنے لگا۔ "ہم بالکل محفوظ ہیں، اور کسی قسم کی بھی بے اطمینانی نہیں محسوس کرتے.... بات دراصل یہ ہے کہ یہ ایک شرط کا معاملہ ہے۔ ڈی۔ ایس۔ پی راجن سے شرط ہوئی تھی۔ اس کا کہنا ہے کہ ہم ایک ہفتے سے زیادہ اس عمارت میں نہیں رہ سکیں گے۔"

"تب تو مجھے کہنے دیجئے کہ راجن آپ کا دشمن ہے اور اس طرح آپکی جان لینا چاہتا ہے۔"

"ارے نہیں....!" وہ ہنسنے لگا۔

"آپ بھی یہیں کہیں مقیم ہیں۔" پھلوں کے لٹیرے نے پوچھا۔

"جی ہاں.... میں شمالی رخ کے کمروں میں ہوں۔"

"اچھی بات ہے تو میں آپ کی نصیحت پر عمل کروں گا۔ اپنا سامان آپ کے کمروں میں لیے چلتا ہوں۔ انہیں یہیں رہنے دیجئے۔"

دوسرے آدمی نے اُسے گھور کر دیکھا اور وہ اپنا سر سہلانے لگا۔

نہ جانے کیا تھا

اُسی رات کو طاہرہ اور کورنیلیا اپنے رہائشی کمرے میں بیٹھی کچھ سوچ رہی تھیں۔

"اس لفنگے کو یقیناً کچھ سزا دینی چاہئے۔" کورنیلیا بولی۔ "وہ دوسرا بیچارہ تو بڑا شریف معلوم ہوتا ہے۔"

"مجھے کچھ سوچنے پر مجبور ہونا پڑا ہے۔" طاہرہ بولی۔ "محض ایڈونچر کی خاطر آج تک کوئی کرایہ دار یہاں نہیں آیا۔ آخر یہ لوگ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔"

"میں کیا بتاؤں۔ مجھے خود بھی یقین نہیں ہے کہ کوئی آسیبی خلل ہے۔"

"کیا....!" کورنیلیا نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"لیکن تم کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کروگی۔ کبھی نہیں۔ اب میں نے سوچا ہے کہ میں قصے کو ختم ہی کردوں۔"

"کیسا قصہ! میں بالکل نہیں سمجھی۔"

"ٹھہرو! بتاتی ہوں۔" طاہرہ اٹھتی ہوئی بولی۔ "ذرا کافی کا برتن آتش دان پر رکھ دوں۔"

کورنیلیا حیرت سے اُس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

طاہرہ آتش دان پر کافی کے لئے پانی رکھ کر پھر واپس آگئی۔

"میرے خاندان کا کوئی فرد بھی اسے آسیبی خلل نہیں سمجھتا۔ لیکن ظاہر یہی کیا جاتا ہے کہ اس کے علاوہ پھر اور کیا کہا جائے۔"

"تو گویا وہ موتیں.....!"

"ہاں! میں سمجھ گئی تم جو کچھ کہنا چاہتی ہو۔ مگر اُن موتوں کے ذمہ دار ہمارے خاندان والے نہیں ہیں۔ چھ ماہ قبل جس آدمی کو حادثہ پیش آیا تھا اُسے روکنے کے لئے ہم نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا لیکن کامیابی نہیں ہوئی تھی۔"

"وہ تھا کون....؟"

"پتہ نہیں کون تھا۔ اُس کے متعلق آج تک کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ اپنی موت سے دو ماہ قبل ہمارے یہاں آیا تھا۔"

"مگر تم کہانی تو سنانے جارہی تھیں۔ کیا اُن کے کہانیوں کے علاوہ کوئی اور بھی داستان ہے جو عام طور پر مشہور ہیں۔"

"ہاں! لیکن کورنیلیا تم کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کرو گی۔"

"کبھی نہیں۔"

"میں تمہیں صرف اس لئے بتارہی ہوں کہ ہمیں اس سلسلے میں کچھ کرنا ہے۔"

"میں اس کے لئے بھی تیار ہوں۔"

اچانک کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے۔" طاہرہ نے جھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"تو اس میں خفا ہونے کی کیا بات ہے۔" باہر سے آواز آئی۔

"یہ تو اُسی لفنگے کی آواز ہے۔" کورنیلیا نے آہستہ سے کہا۔

طاہرہ کچھ نہ بولی۔ اُس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔ آخر اٹھ کر اُس نے دروازہ کھول دیا۔ لیکن برآمدے میں کوئی بھی نہیں تھا۔

"کون ہے؟" طاہرہ نے بلند آواز میں پوچھا لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ پھر وہ کمرے سے ٹارچ نکال لائی اور پائیں باغ میں اُس کی روشنی ڈالنے لگی۔ آس پاس ایک متنفس نظر نہیں آیا۔

وہ دونوں پھر کمرے میں آگئیں اور دروازہ اندر سے بند کر لیا گیا۔

"آواز تو اُسی کی تھی۔" کورنیلیا نے کہا۔

"اونہہ....!" طاہرہ آتش دان سے کافی کا برتن اتارتی ہوئی بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ "شاید وہ

ہمیں ڈرانا چاہتا ہے۔"

"کیا آپ دروازہ نہیں کھولیں گی۔" باہر سے آواز آئی۔

"نہیں.....!" طاہرہ نے سخت لہجے میں کہا۔

"اچھا تو پھر میں کسی رخنے یا سوراخ سے اندر آجاؤں گا۔ لیکن آپ اس وقت "فاؤل" کا نعرہ نہیں لگائیں گی۔"

"جواب مت دو۔" طاہرہ نے آہستہ سے کورنیلیا سے کہا۔

کورنیلیا مسکرائی لیکن وہ آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ پھر وہ دیوار سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔

"اچھا تو میں آرہا ہوں۔" باہر سے آواز آئی اور ساتھ ہی کورنیلیا نے چٹخنی گرا کر دروازہ کھول دیا۔

لیکن آنے والا صرف ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا تھا جس سے ٹکرا کر سامنے کی دیوار پر لٹکا ہوا کیلنڈر ہلنے لگا۔ باہر پہلے ہی کا سناٹا طاری تھا۔ کورنیلیا نے جھپٹ کر ٹارچ اٹھائی اور باہر نکل گئی۔

دور لان پر کوئی کھڑا تھا۔ اُس نے روشنی ڈالی۔ یہ وہی لفنگا تھا۔

وہ اُس کی طرف بڑھنے لگا اور قریب آکر بولا۔

"اب ٹھیک ہے میں دراصل تمہیں ہی باہر لانا چاہتا تھا۔"

"کیوں؟" کورنیلیا نے درشت لہجے میں پوچھا۔

"میں تمہارا نام بھول گیا تھا۔ یاد کرنے کی کوشش کی تو الجھن ہونے لگی سوچا چل کر پوچھ ہی لوں لیکن اُس نکچڑھی لڑکی کی موجودگی میں نہیں پوچھنا چاہتا تھا۔"

"کیا ہم میں بے تکلفی ہے۔" کورنیلیا نے جھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"نہیں ہے تو اب ہو جائے گی اس کی فکر فضول ہے۔ ہاں تو مجھے تمہارا نام گوریلیا یاد آرہا تھا۔ کیا صحیح ہے۔"

"تم گدھے ہو۔ خود کو نہ جانے کیا سمجھتے ہو۔"

"مجھے افسوس ہے کہ تم بھی اُس کی طرح چڑچڑی اور بد دماغ نکلیں۔" اُس نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

کورنیلیا کچھ سوچنے لگی۔ پھر دفعتاً اُس نے اپنی آواز میں نرمی اور لگاوٹ پیدا کر کے کہا۔ "میں

نے غلط نہیں کہا تھا کہ تم گدھے ہو۔ یہاں کتنی سردی ہے۔ کیا تم کمرے میں نہیں چل سکتے۔"

"وہ چڑچڑی بدمزگی پیدا کردے گی۔"

"ہرگز نہیں تمہارا منہ میٹھا ہو جائے گا۔ ہم نے کافی تیار کی ہے۔"

کورنیلیا اُسے کمرے میں لائی لیکن قبل اس کے کہ طاہرہ کچھ کہتی اُس نے کہا۔ "بگڑنے کی ضرورت نہیں۔ یہ باہر سردی کھا رہے تھے۔"

"جی ہاں.... روکھی سردی۔" وہ مسکرا کر بولا۔ "انہوں نے کہا کہ اندر حلق تر کرنے کے لئے بھی کچھ مل جائے گا۔"

طاہرہ خاموش ہی رہ گئی۔

کورنیلیا نے دروازہ بند کر دینے کے بعد اس سے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

وہ ایک آرام کرسی میں گرتا ہوا کراہا۔

"انہیں ایک کپ کافی چاہئے۔" کورنیلیا اپنی بائیں آنکھ دبا کر بولی۔

طاہرہ سر ہلا کر دروازے کی طرف گئی اور اُسے مقفل کر کے کنجی جیب میں ڈال لی۔

"ہائیں....!" وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"میں قوت میں تم سے کم نہیں ہو سکتی۔" طاہرہ تلخ انداز میں مسکرائی۔ "اور پھر ہم دو ہیں۔"

"یا اللہ....!" وہ آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ پھر اپنا سر سہلانے لگا۔

"بتاؤ کہ تم لوگ کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو۔"

"ہم لوگ احمق ہیں اور جان دینے آئے ہیں۔ اُسے بھوت مار ڈالیں گے اور میں تو خیر اُسی وقت مر گیا تھا جب پہلی بار تم نظر آئی تھیں اور مس کورنیلیا کو دیکھ لینے کے بعد تو خیر تجہیز و تکفین بھی ہو گئی۔ حسرت ان گدھوں پر ہے جو بن کھلے مرجھا گئے۔"

"کورنی....!" طاہرہ کورنیلیا کی طرف دیکھے بغیر بولی۔ "میرے سوٹ کیس میں چمڑے کا ہنٹر ہوگا.... نکالو....!"

"نکالو بھئی! کھڑی منہ کیا دیکھتی ہو۔" پھلوں کے لٹیرے نے کورنیلیا سے کہا۔ "میں ہمیشہ چمڑے کا ہنٹر کافی میں بھگو کر کھاتا ہوں۔"

"تم شاید مذاق سمجھتے ہو۔" طاہرہ اُسے تیکھی نظروں سے دیکھ کر غصیلے لہجے میں بولی۔

"میں تمہیں پیٹوں گی۔ تم بے بسی سے پٹتے رہو گے اگر غل غپاڑہ مچاؤ گے تو پھر جانتے ہی ہو کہ کیا ہو گا۔ لوگ تمہاری کسی بات پر یقین نہیں کریں گے۔"

"اور تم فارغ البال ہو جاؤ گے۔" کورنیلیا نے کہا۔ "اچھا میں ہنٹر لاتی ہوں۔"

"ذرا ٹھہریئے!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اب مجھے سوچنا پڑے گا۔ میں سنجیدہ ہوں۔"

"کیا سوچنا پڑے گا۔"

"یہی کہ میں اس وقت بڑی خراب پوزیشن میں ہوں۔ اگر میرا شور سن کر کچھ آدمی آگئے تو میں سچ مچ فارغ البال ہو جاؤں گا۔"

"سمجھتے ہو نا۔" کورنیلیا نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں پوچھا۔

"بالکل سمجھتا ہوں۔ اس لئے مین نے فیصلہ کیا ہے کہ منہ سے ایک لفظ نکالے بغیر چپ چاپ ہنٹروں کا شمار کرتا رہوں گا۔"

"نہیں طاہرہ۔" کورنیلیا سر ہلا کر بولی۔ "اس سے کام نہیں چلے گا۔ کیوں نہ ہم دونوں یونہی شور مچانا شروع کر دیں۔"

"مچاؤ....!" لٹیرے نے لاپروائی سے کہا۔ "خوب حلق پھاڑو۔ جب لوگ اکٹھا ہو جائیں تو جو دل چاہے اُن سے کہہ دینا۔ میں اول درجے کا بے حیا ہوں۔ سو پچاس جوتوں میں عزت نہیں جاتی اور ہزار دو ہزار مارنے کون آئے گا.... ہاں شروع ہو جاؤ۔ تم بھی کیا یاد کرو گی۔ مگر اس سے پہلے اگر کافی کا ایک کپ مل جاتا تو اچھا تھا۔"

طاہرہ خونخوار نظروں سے اُسے گھورتی رہی۔ البتہ کورنیلیا بے تحاشہ ہنس رہی تھی۔

"میں ہر وقت ہر قسم کے حادثات کے لئے تیار رہتا ہوں۔"

"تو بتادو چم چم ڈیئر تم کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو۔" کورنیلیا اُس کا سر سہلا کر بولی۔

"پہلے ہی اس طرح پوچھا ہوتا۔ خواہ مخواہ اپنا اور میرا وقت برباد کیا۔ لاؤ کافی لاؤ۔ ذرا دماغ کی خشکی رفع ہو تو اپنی شخصیت اور یہاں آنے کے مقصد پر روشنی ڈالوں۔"

کورنیلیا کپ میں کافی انڈیلنے لگی۔ طاہرہ اب بھی وہیں کھڑی تھی اور اُس کے چہرے پر درشتی کے آثار اب بھی موجود تھے لیکن اُس نے کورنیلیا کو روکا نہیں۔ کورنیلیا نے کافی کا کپ پھلوں کے لٹیرے کو دیتے ہوئے کہا۔

"بس اب شروع ہو جاؤ۔ زیادہ بیوقوف بنانے کی کوشش فضول ہے۔ ورنہ پھر میں طاہرہ کو کسی طرح نہ روک سکوں گی۔"

"اوہو! تو کیا میں ان محترمہ سے خائف ہوں۔"

"تم یقیناً خائف ہو۔" کورنیلیا نے کہا۔ "اور زبردستی دلیر بننے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"چلو خیر یہی سہی۔ تمہارے کہنے سے میں اسے تسلیم کیے لیتا ہوں۔ تم بھی کیا یاد کرو گی۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ اُس نے جلد ہی پیالہ خالی کر کے میز پر رکھ دیا اور جیب سے پائپ نکال کر اُس میں تمباکو بھرنے لگا۔

"تم پھر خاموش ہو گئے۔" کورنیلیا نے اُسے ٹوکا۔

"آ.... ہاں.... اچھا.... ٹھہرو....!" وہ پائپ کو دانتوں میں دبا کر دیا سلائی جلانے لگا۔

طاہرہ سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ لیکن اس کے ہونٹ اب بھی بھنچے ہوئے تھے اور الجھن آنکھوں سے مترشح ہو رہی تھی۔

اُس نے ایک بار بھی کورنیلیا کی طرف نہیں دیکھا۔ اُس کی نظر پھلوں کے لٹیرے کی طرف تھی جو سر جھکائے پائپ سلگا رہا تھا۔

اُس نے دو تین کش لے کر دھوئیں کے بادل اڑائے اور سنجیدگی سے بولا۔

"میرے بڑے بھائی کمال صاحب اچھے خاصے بھوت ہیں۔ عالم یہ ہے کہ رات کو سوتے سوتے چونکے۔ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ پھر جو بھی قریب ہوا اُس کی شامت آ گئی۔ کہتے ہیں اٹھو ٹہلیں گے۔ گھڑی کی طرف دیکھئے تو تین بجے ہیں۔ ٹہلنے کہاں جائیں گے۔ مرگھٹ.... خدا کی پناہ۔ چاروں طرف ہو کا عالم۔ کالی اور بھیانک رات۔ ذرا ایسے میں کسی مرگھٹ کا تصور کیجئے۔ بس جناب ٹہل رہے ہیں۔ جلی ہوئی چتاؤں کی راکھ کریدی جا رہی ہے۔ کسی طرح اس عمارت کے متعلق سن پایا اور بس آپ دیکھ ہی رہی ہیں۔ میں تو جب سے یہاں آیا ہوں رات بھر جاگتا ہوں اور دن بھر سونے کا پروگرام رہتا ہے۔"

"اس میں سچائی کتنی ہے۔" طاہرہ نے بڑی دیر بعد تلخ لہجے میں پوچھا۔

"جتنی آپ سمجھ لیں۔" اُس نے لاپروائی سے کہا۔

"پچھلی رات کیسی گذری۔" کورنیلیا نے پوچھا۔

"بہت بُری۔ رات بھر بلیاں روتی رہیں۔ صبح جب صحن میں نکلے تو زینوں کے نیچے پانچ سیاہ بلیوں کے سر ملے۔"

"تمہیں خوف نہیں محسوس ہوا۔"

"نہیں بھائی کمال کی موجودگی میں بھوتوں سے ڈرنا فضول ہے بلکہ منطقی اعتبار سے قطعی لغو۔ کیونکہ اگر کوئی شخص بھائی کمال سے خائف نہیں تو سمجھ لیجئے کہ دنیا کا بڑے سے بڑا بھوت اُس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

طاہرہ کو یک بیک دوسرے آدمی کی آنکھیں یاد آگئیں اور وہ کانپ کر رہ گئی۔ لہٰذا ایسی صورت میں وہ اُس کے بیان کی تردید کیسے کر سکتی تھی۔ ایسی جو عام آدمیوں میں نہیں ہوتی۔

"میں تمہاری آمد کا مقصد معلوم کرنا چاہتی ہوں۔" طاہرہ نے کہا۔

"بھائی صاحب نے ابھی تک مقصد پر روشنی نہیں ڈالی۔ البتہ وہ ساری رات صحن ہی میں گذارتے ہیں اور صحن ہی پر بھوتوں کی حکمرانی ہوتی ہے۔"

"اور تم کیا کرتے ہو۔"

"بس واویلا نہیں کرتا اور سب کچھ کر گذرتا ہوں۔ سوچنے کی بات ہے۔ خدا کی پناہ میں. کہاں تک اور کیا کیا بتاؤں۔"

"میں تم لوگوں کی آمد کے مقصد کے علاوہ اور کچھ نہیں جاننا چاہتی۔"

"جب بھی مجھے مقصد معلوم ہوا اُس کے ایک گھنٹے کے بعد تمہیں بتادوں گا۔"

طاہرہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے؟" کورنیلیا نے پوچھا۔

"چوکیدار.....!" باہر سے آواز آئی۔

"کیا بات ہے۔" طاہرہ نے اٹھ کر قفل میں کنجی گھماتے ہوئے کہا۔

لیکن دروازہ کھلنے تک باہر سے کوئی جواب نہیں ملا۔ چوکیدار سامنے کھڑا تھا۔ جیسے ہی اُس کی نظر اُس آدمی پر پڑی اُس نے کہا۔

"اوہ آپ یہاں ہیں۔"

"کیوں کیا بات ہے۔" وہ اٹھتا ہوا بولا۔

''وہاں پتہ نہیں کیا ہو رہا ہے۔ میں نے ابھی ایک فائر کی آواز سنی تھی۔'' چوکیدار نے ہانپتے ہوئے کہا۔

''فائر کی آواز....!'' طاہرہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

''جی ہاں! وہ سو فیصدی فائر ہی کی آواز تھی۔''

پھلوں کا لٹیرا اٹھ کر دروازے کی طرف جھپٹا۔ اُس کے ساتھ ہی طاہرہ بھی نکلی۔ پھر وہ بڑی تیزی سے عمارت کے مغربی حصے کی طرف جا رہے تھے۔ ان کے ساتھ چوکیدار بھی تھا۔

بر آمدے میں پہنچتے ہی انہوں نے کچھ اس قسم کی آوازیں سنیں جیسے بند کمرے میں دھڑا دھڑ فرنیچر گر رہا ہو۔ کچھ آدمی لڑ پڑے ہوں۔ قدموں کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔

''کون ہے.... کون ہے۔'' چوکیدار نے ڈری ڈری آواز میں ہانک لگائی۔

''سوتے جاگتے رہو۔''

اندر کی آوازوں میں سرعت اور تیزی پیدا ہو گئی۔

''کیا کمال صاحب اندر ہیں۔'' طاہرہ نے اُس سے پوچھا۔

''جی ہاں! میں انہیں یہیں چھوڑ کر نکلا تھا۔'' اُس نے جواب دیا اور آگے بڑھ کر دروازہ پیٹنے لگا۔ پھر اُس نے چیخ کر کہا۔ ''گھبرایئے گا نہیں۔ یہاں بہت سے لوگ ہیں۔''

یکلخت اندر سے آوازیں آنی بند ہو گئیں لیکن وہ برابر پیٹتا رہا۔

دو منٹ گذر گئے۔ پھر کمرے کے اندر قدموں کی آوازیں گونجنے لگیں جو آہستہ آہستہ دروازے کے قریب آ رہی تھیں۔

دروازہ ایک جھٹکے کے ساتھ کھلا۔ کمال سامنے کھڑا انہیں قہر آلود نظروں سے گھور رہا تھا۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور شب خوابی کا لباس تار تار ہو رہا تھا۔

''کیا بات ہے۔'' طاہرہ نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''کچھ نہیں کوئی بات نہیں۔'' اُس نے خلاف توقع نرم آواز میں کہا۔ درشتی کے آثار آن واحد میں غائب ہو گئے تھے۔ لیکن طاہرہ اس کے بعد پھر کچھ نہ سن سکی۔ کیونکہ اُس نے اپنے ساتھی کو اندر کھینچ کر دروازہ بند کر دیا تھا۔''

وہ دونوں کافی دیر تک بر آمدے میں گم سم کھڑی رہیں۔

بھیانک چہرہ

انہوں نے چوکیدار کو رخصت کر دیا اور چپ چاپ اپنے کمروں کی طرف روانہ ہو گئیں۔ طاہرہ کے پیر لڑکھڑا رہے تھے۔ وہ بدقت تمام اپنے کمروں تک پہنچیں کورنیلیا کی حالت بھی کچھ اچھی نہیں تھی۔ اس کا دل بڑی شدت سے دھڑک رہا تھا اور زبان خشک ہو کر تالو سے لگ گئی تھی۔ کمرے میں داخل ہو جانے کے بعد بھی اُن کی حالت اعتدال پر نہیں آئی۔

طاہرہ ایک گلاس ٹھنڈا پانی چڑھا کر آرام کرسی میں گر گئی پھر تقریباً پانچ منٹ تک کمرے میں سکوت طاری رہا۔ وہ دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کیطرف دیکھے جا رہی تھیں بالآخر طاہرہ بولی۔

"کمرے میں اُس کے علاوہ اور کون تھا۔"

"میرا خیال ہے.... !" کورنیلیا اتنا ہی کہہ کر خاموش ہو گئی اُس نے اپنا خیال ظاہر نہیں کیا۔ طاہرہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ ساتھ ہی آواز آئی۔

"میں ہوں۔ دروازہ کھول دو۔"

یہ ساجد کی آواز تھی۔ پھلوں کے لٹیرے نے انہیں اپنا نام ساجد بتایا تھا۔

کورنیلیا نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ یہ ساجد ہی تھا۔ لیکن طاہرہ کو اُس کے چہرے پر سراسیمگی یا پریشانی کے آثار نہیں نظر آئے۔

"کیا سچ مچ تمہارے پاس چمڑے کا کوئی ہنٹر ہے۔" اُس نے پوچھا۔

"ہاں ہے تو.... کیوں؟" طاہرہ کرسی سے اٹھتی ہوئی بولی۔

"ضرورت ہے.... واپس کر دیا جائے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم لوگ اس عمارت سے بھی زیادہ پُراسرار ہو۔ وہاں کمرے میں کیا ہو رہا تھا۔"

"دیکھو گی۔" اُس نے پوچھا۔

"کیا؟"

"وہی جو کمرے میں ہوا ہے۔"

طاہرہ نے اقرار یا انکار کی صورت میں جواب نہیں دیا بلکہ خاموشی سے اُسے گھورتی رہی۔

"چمڑے کا ہنٹر۔" ساجد نے پھر کہا۔

"اُسے نکال لاؤ۔" طاہرہ کورنیلیا کی طرف مڑ کر بولی۔ کورنیلیا کچھ سوچتی ہوئی اٹھ کر

دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

"ہنٹر کیا کرو گے۔" طاہرہ نے ساجد سے پوچھا۔

"اگر دیکھنا چاہو تو میرے ساتھ چل سکتی ہو۔"

"کیا دیکھوں گی۔"

"بہت کچھ.... بلکہ اس سے بھی زیادہ۔" اُس نے کہا اور پھر کچھ سوچ کر مسکرانے لگا۔

"پھر کوئی شرارت....!" طاہرہ بھی مسکرائی لیکن جلد ہی سنجیدگی اختیار کر کے بولی۔ "کمال صاحب اندر کیا کر رہے تھے۔"

"یہ بتانا بہت دشوار ہے۔ بس وہ چیز دیکھنے ہی سے تعلق رکھتی ہے۔"

"مجھے تم پر اعتماد نہیں ہے۔"

"جانے دو.... میں خوشامد تو نہیں کرتا۔" ساجد نے لاپروائی سے کہا۔

کورنیلیا واپس آگئی۔ اُس کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک بہت بڑا ہنٹر تھا۔

"آخر ہنٹر کی ضرورت کیوں پیش آئی۔" طاہرہ نے پوچھا۔ اُس کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد واپس کر دوں گا۔"

ساجد کورنیلیا کے ہاتھ سے ہنٹر لے کر باہر چلا گیا اور پھر وہ دونوں تھوڑی دیر تک ایک دوسرے کی طرف دیکھتی رہیں۔

"میں دیکھوں گی کہ وہ ہنٹر کیوں لے گیا ہے۔" طاہرہ نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھی۔

"اونہہ! لے گیا ہو گا۔ چلو اِدھر خوامخواہ خود کو الجھن میں ڈال رہی ہو۔ مجھے نیند آرہی ہے بھئی۔"

"تم سو جاؤ۔" طاہرہ نے دروازے میں رک کر کہا۔

کورنیلیا کا دل تو نہیں چاہتا تھا لیکن اُسے مجبوراً اُس کا ساتھ دینا پڑا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ طاہرہ اُسے ڈرپوک سمجھے۔

باہر بالکل سناٹا تھا۔ کبھی کبھی چوکیدار کی صدا "سوتے جاگتے رہو" سناٹے میں لہراتی ہوئی دور تک پھیلتی جاتی۔

وہ عمارت کے مغربی حصے کی طرف جا رہی تھیں۔ ان کی رفتار معمول سے زیادہ تھی۔ برآمدے کے قریب پہنچ کر وہ دبے پاؤں اوپر چڑھ گئیں۔

دروازے کی جھریوں سے کمرے کی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ طاہرہ نے سینڈل بھی اتار

دیئے اور پنجوں کے بل چلتی ہوئی ایک دروازے کے قریب پہنچ گئی۔ کورنیلیا بھی اُس کی تقلید کر رہی تھی۔

کمرے کے اندر کا منظر عجیب تھا۔ نہ جانے کیوں طاہرہ نے بوکھلا کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ کورنیلیا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

کمال ایک کرسی میں بندھا ہوا تھا اور ساجد ہاتھ میں ہنٹر لئے ہوئے اُسے گھور رہا تھا جیسے اُس سے پہلے بھی دو چار ہاتھ رسید کر چکا ہو۔

"تو تم نہیں بولو گے.... کیوں؟" ساجد نے غصیلی آواز میں کہا۔

لیکن کمال نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اسکا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا ہوا تھا اور آنکھیں بند تھیں۔

"شائیں....!" ساجد نے ہنٹر رسید کیا لیکن کمال پتھر کے بت کی طرح بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ پھر ایسا معلوم ہوا جیسے یک بیک ساجد پر ہنٹر برسانے کا بھوت سوار ہو گیا ہو۔ "شائیں شائیں" کی آوازیں بغیر توقف کمرے میں گونج رہی تھیں۔

طاہرہ کا قلب الٹنے لگا۔ اُسے کمال کی خاموشی پر حیرت تھی۔

ساجد نے اُسے بتایا تھا کہ کمال اس کا بڑا بھائی ہے۔ لیکن یہ کیا ہو رہا تھا.... اور ایسی حالت میں اُسے کیا کرنا چاہئے۔

اچانک انہوں نے پشت پر کسی کے قدموں کی آواز سنی اور بے ساختہ چونک کر مڑیں اُن سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک دھندلا سا سایہ نظر آ رہا تھا۔

"بُری بات ہے۔" سائے کی سرگوشی انہیں صاف سنائی دی۔

طاہرہ کے ہاتھ میں دبی ہوئی ٹارچ کا بٹن دب گیا اور دوسرے ہی لمحے میں وہ لڑکھڑا کر دیوار سے جا لگی۔

اس کی ٹارچ کی روشنی جس آدمی پر پڑی تھی وہ کمال کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا مگر اندر اب بھی ہنٹر کی "شائیں شائیں" گونج رہی تھی۔ طاہرہ کا سر چکرا گیا۔ کورنیلیا بھی اسی سے لگی ہوئی کھڑی تھی۔ دونوں کے جسم بُری طرح کانپ رہے تھے۔ کورنیلیا بھی دروازے کی جھری سے کمرے کے اندر کے حالات دیکھتی رہی تھی۔ اور اِدھر ٹارچ کی روشنی میں اس نے بھی کمال کو پہچان لیا تھا۔

"ڈرو نہیں۔" انہوں نے پھر سرگوشی سنی۔ "چلو میں تمہیں تمہارے کمروں تک چھوڑ آؤں۔" لیکن اُن دونوں نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی۔

"چلو....!" اس بار انداز میں تحکم تھا۔

طاہرہ ہمت کر کے آگے بڑھی۔

"سینڈل پہنو....!"

اُن دونوں نے مشینوں کی طرح حکم کی تعمیل کی اور برآمدے سے نیچے اُتر گئیں۔

سایہ اُن کے ساتھ چل رہا تھا۔

وہ شمالی برآمدے تک اُن کے ساتھ گیا جب وہ اوپر برآمدے میں پہنچ گئیں تو اُس نے کہا۔ "ٹھہرو۔ میں دو چار باتیں بھی کروں گا۔ کمرہ کھولو۔"

طاہرہ نے کمرے کے دروازے کے دونوں پٹ کھول دیئے۔ اندر کی روشنی سائے کے چہرے پر پڑی۔ یہ سو فیصدی کمال ہی تھا۔

کمرے میں داخل ہو کر اُس نے دروازہ بند کر دیا۔

"سگار کا دھواں گراں تو نہیں گزرے گا۔" کمال نے دانتوں میں سگار کا گوشہ کاٹتے ہوئے پوچھا.... طاہرہ نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"میں بھوت نہیں ہوں۔" کمال نے سگار سلگاتے ہوئے کہا۔ "تم دونوں بیٹھ جاؤ۔ تمہارے پیر کانپ رہے ہیں۔"

وہ چپ چاپ بیٹھ گئیں۔

کمال نے دونوں پر اچٹتی سی نظر ڈالی اور ہونٹوں کو دائرے کی شکل دے کر آہستہ آہستہ دھواں چھوڑنے لگا۔

"بہت زیادہ دلیر ہونا بھی اکثر مشکلات پیدا کر دیتا ہے۔" کمال نے آہستہ سے کہا۔ "اب تم دونوں اپنے کمروں سے باہر نہیں نکلو گی۔"

"لیکن یہ کیا ہو رہا ہے۔" طاہرہ بڑبڑائی۔

"اس عمارت کے لئے کوئی غیر متوقع بات تو نہیں۔" کمال نے کہا۔

"آپ کون ہیں۔"

"میں کمال ہوں۔ تمہارا کرایہ دار....!"

"اور وہ.... وہاں.... کمرے میں....!"

"اوہ....!" کمال مسکرایا۔ "وہ میرا بھوت ہے۔ لیکن تم دونوں اس کا تذکرہ کسی سے نہیں کرو گی۔ بہتر تو یہ ہو گا کہ یہاں سے چلی ہی جاؤ۔"

"آپ مجھے اُس آدمی کے متعلق بتایئے جو کمرے میں....!"

"نہیں.... بس تم کمرے سے نہیں نکلو گی۔ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔"

کمال جانے کے لئے مڑا۔ مگر دروازے کے قریب پہنچ کر پھر رک گیا اور اُن کی طرف دیکھے بغیر بولا۔ "ایڈونچر کا شوق بُرا نہیں ہوتا لیکن ہم سانپ کے منہ میں انگلی دے دینے کو تو ایڈونچر نہیں کہیں گے۔"

"کمال صاحب۔" طاہرہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔ "آپ کا ہم شکل کون تھا۔"

"ہم شکل تھا۔" کمال اُن کی طرف مڑ کر مسکرایا۔ "کیا تمہیں اس پر حیرت ہے کہ ہم نے ایک بھوت پکڑ لیا ہے۔ وہ جو میرا ہم شکل ہے۔ اس عمارت میں کسی بات پر حیرت کرنا بجائے خود حیرت انگیز ہے.... اور پھر جب حیرت کرنے والی عمارت کے مالکوں میں سے ہو.... تو.... مجھے حیرت کی وجہ ضرور معلوم کرنی پڑے گی اور میں یہ چاہوں گا کہ تم جو داستان کورنیلیا کو سنانا چاہتی تھیں مجھے بھی سنادو۔"

"آپ! آپ کو کیسے علم ہوا۔" طاہرہ نے بے ساختہ پوچھا۔

"یہ بھی کوئی حیرت انگیز بات نہیں۔ ساجد نے تمہاری گفتگو کا کچھ حصہ سن لیا تھا مگر وہ بالکل گدھا ہے اُسے پوری داستان سننی چاہئے تھی۔ تم سنانے کے موڈ میں تھیں نا۔"

"ضروری نہیں کہ وہ آپ کو بھی سنائی جائے۔" طاہرہ نے خشک لہجے میں کہا۔ لیکن پھر نہ جانے کیوں اُسے اپنے اس کھردرے پن پر افسوس ہونے لگا۔

"آپ کی مرضی۔" کمال نے لاپروائی کے اظہار میں اپنے شانوں کو جنبش دی اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

کورنیلیا نے جھپٹ کر چٹخنی چڑھادی اور ایک آرام کرسی میں گر کر دونوں ہاتھوں سے منہ چھپالیا۔

"کیوں تمہیں کیا ہو گیا۔" طاہرہ نے پوچھا۔

"میرے خدا! اُس کی آنکھیں۔ میں نے سنا ہے کہ خبیث روحیں جیتے جاگتے انسانوں کی شکل میں آسکتی ہیں۔ لیکن وہ مخاطب سے آنکھ ملا کر بات نہیں کر سکتیں۔ تم نے دیکھا تھا بات کرتے وقت وہ دوسری طرف دیکھنے لگتا تھا۔ اور ویسے بھی اُس کی آنکھیں ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے کسی سنسان جنگل میں دو چراغ روشن ہوں۔"

"آہا.... تم نے تو شاعری شروع کر دی۔" طاہرہ ہنسنے لگی۔

"تو کیا تم اُسے انسان سمجھتی ہو۔ کیا تم نے اُسے کرسی میں بندھا ہوا نہیں دیکھا تھا۔ وہ بیک وقت ہنٹر کی مار بھی کھا رہا تھا اور باہر ہم سے ہم کلام بھی تھا۔"

طاہرہ کچھ نہ بولی۔ وہ خود بھی اسی مسئلے پر غور کر رہی تھی۔

"لیکن اُس نے ہمیں باہر نکلنے سے کیوں روکا ہے۔" طاہرہ نے کہا۔

"یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر طاہرہ نے کہا۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ دونوں ہیں کون۔"

"طاہرہ کہیں ہم کسی جال میں تو نہیں پھنس گئے۔" کورنیلیا نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

طاہرہ کی پیشانی پر شکنیں تھیں جن سے ذہنی ہیجان مترشح تھا۔ وہ کافی دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔ "ہو سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے۔"

"کیا ہو سکتا ہے۔"

"اوہ! کچھ نہیں.... کورنی ڈیئر اب ہمیں سو جانا چاہئے اور کل تم واپس چلی جانا.... میں یہیں ٹھہروں گی۔"

"یہ ناممکن ہے۔ واپسی تو ساتھ ہی ہوگی خواہ کل چلو خواہ کچھ دنوں کے بعد۔"

"کیا تمہارے لئے موجودہ حالت خوفناک نہیں ہے۔" طاہرہ نے پوچھا۔

"تم اپنی کہو۔ تم کیا سمجھتی ہو۔"

"میں.... میں فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتی۔ ان دونوں کے متعلق معلومات بہم پہنچانا میرے لئے ضروری ہو گیا ہے۔"

"تم پاگل ہو گئی ہو۔"

"چلو ختم کرو۔" طاہرہ نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "مجھے نیند آ رہی ہے۔"

کورنیلیا پھر بھی نہ اٹھی۔

"کیوں....!" طاہرہ بولی۔

"اوہو! دیکھو اگر ہم ایک ہی مسہری پر سوئیں تو کیا حرج ہے۔" کورنیلیا نے کہا اس پر طاہرہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

"ڈرپوک.... میں سمجھ گئی.... اچھا چلو۔"

کورنیلیا سو گئی لیکن طاہرہ کروٹیں بدلتی رہی۔ اُسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ اُس نے کئی بار

کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئی وجہ یہ تھی کہ اُس کے ذہن پر مختلف قسم کے خیالات نے یلغار کر دی تھی۔ ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا کسی طرح یہ سلسلہ ختم نہ ہو تا تھا۔

آخر وہ اٹھ بیٹھی۔ تھوڑی دیر تک یونہی بیٹھی رہی پھر اٹھی۔ گھڑی ایک بجا رہی تھی۔ وہ وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں آئی۔ یہاں بھی کچھ دیر کھڑی خیالات میں گم رہی۔ پھر سوٹ کیس کھول کر ایک گرم پتلون اور جیکٹ نکالی۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ کمرے سے نکل کر دروازہ مقفل کر رہی تھی کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ وہی طاہرہ ہے جو ساڑھی میں بہت حسین لگتی ہے اب اُس کے جسم پر پتلون اور جیکٹ تھی اور پیروں میں گرپ سول کے جوتے۔ سر پر اُس نے ریشمی رومال باندھ لیا تھا اور اُس کے گھونگھریالے بال اُس میں بالکل چھپ گئے تھے۔ وہ برآمدے سے نیچے اُتر آئی۔

آسمان میں خال خال ستارے نظر آرہے تھے اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے تھوڑی ہی دیر میں پورا آسمان بادلوں سے ڈھک جائے گا۔

وہ عمارت کے مغربی حصے کی طرف چل پڑی۔ چاروں طرف ہو کا عالم تھا اور اب چوکیدار کی آواز بھی نہیں سنائی دے رہی تھی۔ اُس نے سوچا کہ صبح کو اُس کی اچھی طرح خبر لے گی۔

مغربی حصے کا برآمدہ سنسان تھا۔ وہ نیچے ہی رک کر آہٹ لینے لگی۔ لیکن کسی طرح کی آواز نہ سنائی دی۔ البتہ دروازوں کی جھریوں سے کمرے کی روشنی صاف نظر آرہی تھی جو اس بات کی دلیل تھی کہ وہ لوگ ابھی جاگ رہے ہیں۔

پھر طاہرہ آہستہ سے برآمدے میں داخل ہو گئی اور ایک بار پھر اُس کی داہنی آنکھ دروازے کی جھری سے جا لگی۔

کمرے میں کوئی بھی نہیں تھا لیکن صحن کی طرف کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ یہ دراصل سونے کا کمرہ تھا اور ان دونوں کے بستر خالی نظر آرہے تھے۔

مسہریوں پر پڑی ہوئی چادریں چاروں طرف سے فرش پر لوٹ رہی تھیں۔ طاہرہ نے مایوسی سے ہونٹ سکوڑے۔ پھر وہ واپسی کا ارادہ کر ہی رہی تھی کہ ایک مسہری کی چادر ہلی اور اُس کے نیچے سے کوئی سیاہ سی چیز باہر رینگ آئی۔ پھر دوسری نکلی اور طاہرہ کی گھگھی بندھ گئی۔ وہ کسی آدمی کے ہاتھ ہرگز نہیں ہو سکتے تھے۔ تھے تو ہاتھ ہی لیکن آدمی کے نہیں۔ ہاتھوں نے چادر اوپر اٹھائی اور طاہرہ کا خون رگوں میں منجمد ہو گیا یہ ایک انتہائی خوفناک چہرہ تھا۔ جس پر دو گول گول آنکھیں انگاروں کی طرح دمک رہی تھیں اور ان کے چاروں طرف بال ہی بال تھے۔ کھڑے

کھڑے سے سیاہ بال جن کی لمبائی ایک بالشت سے کسی طرح کم نہ رہی ہوگی۔ طاہرہ نے گھبرا کر آنکھیں بند کر لیں۔

چیختی کھوپڑی

دوسری بار اُس کی آنکھیں غیر ارادی ہی طور پر کھلیں لیکن اُس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ واپسی ہی کے لئے جنبش کر سکتی۔

وہ تاریک بلا مسہری کے نیچے سے نکلی لیکن تن کر کھڑے ہونے کے باوجود بھی اُس کی کمر جھکی ہوئی تھی۔ سارا جسم بڑے بڑے سیاہ بالوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ پہلے وہ اُسے کوئی ان دیکھی چیز سمجھی تھی مگر اب اُسے یاد آیا کہ وہ نصیر آباد کے عجائب گھر میں صدہا بار اس قسم کے گوریلے دیکھ چکی ہے۔ یہ گوریلا ہی تھا لیکن عجائب گھر کے گوریلوں سے مختلف۔ ان گوریلوں سے الگ جن کی آنکھوں میں طاہرہ نے ہمیشہ اداسی دیکھی تھی اور جو بچوں کے تنگ کرنے پر کٹہرے کے اندر چیخ چیخ کر بے بسی سے خاک اڑانے لگتے تھے۔

یہ ایک خونخوار درندہ معلوم ہو رہا تھا۔ طاہرہ نے کمال کو پکارنے کی کوشش کی لیکن حلق سے آواز نہ نکل سکی۔

مگر وہ چیخ تو بے اختیاری کی تھی جو دوسرے ہی لمحے میں حلق کے پھندوں سے آزاد ہو کر دور تک فضا میں پھیلتی چلی گئی تھی.... اور پھر وہ کسی کے بازوؤں میں آرہی۔ شاید اُسی نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"تم نہیں باز آؤ گی۔" یہ کمال کی آواز تھی جسے اُس نے انتہائی سراسیمگی اور بدحواسی کے عالم میں بھی پہچان لیا۔

"وہ.... وہاں.... اندر.... وہ سنو....!" وہ ہکلائی۔

ساتھ ہی کمرے سے کچھ اس قسم کی آواز آئی جیسے کوئی کسی کو چمکار رہا ہو۔ پھر ہلکی سی غراہٹ.... اس کے بعد سناٹا چھا گیا۔

"میں نے تمہیں منع کیا تھا۔" اُس نے کمال کی غصیلی آواز سنی۔

"وہ.... مم.... میں.... اندر.... درندہ....!" طاہرہ پھر ہکلائی۔

کمال نے اُسے ایک طرف ہٹا کر دروازہ کھولا۔ شاید وہ باہر سے مقفل تھا۔ کیونکہ طاہرہ نے قفل میں کنجی گھمانے کی آواز سنی تھی۔

دروازہ کھلتے ہی برآمدے کا کچھ حصہ روشن ہو گیا۔

"تشریف لے چلئے۔" طاہرہ نے ساجد کی آواز سنی وہ اُس کے پیچھے تھا۔ طاہرہ غیر ارادی طور پر کمرے میں داخل ہو گئی۔

لیکن اب یہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ طاہرہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ پھر اُس نے کمال پر نظر جمادی جو اس طرح ناک سکوڑے کھڑا تھا جیسے کسی قسم کی بو پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔

طاہرہ کے حواس آہستہ آہستہ واپس آگئے اور اُس نے کہا۔

"یہاں.... ایک گوریلا تھا۔"

"پتہ نہیں کیا کیا ہے یہاں لیکن تمہاری حرکت۔ تم یہاں کیوں آئی تھیں۔" کمال نے جھلا کر کہا۔

طاہرہ نے اُس کا کوئی جواب نہ دیا۔

البتہ ساجد تڑسے بولا۔ "کہیں یہ بھی کوئی بھوتنی نہ ہو.... ٹھہریئے! میں معلوم کیے لیتا ہوں۔" اُس نے جیب سے ایک بڑا سا چاقو نکالا اور اُسے کھولتے ہوئے کہا۔ "بھوتوں کا خون سبز رنگ کا ہوتا ہے۔"

طاہرہ اُس کی طرف دھیان نہ دے کر بولی۔ "وہ اُس مسہری کے نیچے سے نکلا تھا۔"

"لیکن میں نے سارا کھیل بگاڑ دیا۔" کمال نے خشک لہجے میں کہا۔

طاہرہ کچھ نہ بولی۔ ساجد اُسے شرارت آمیز نظروں سے دیکھ رہا تھا لیکن طاہرہ اُسے خاص طور پر نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"بیٹھ جاؤ۔" اچانک کمال نے اُس کی طرف مڑ کر کہا۔

طاہرہ نے چپ چاپ تعمیل کی۔ وہ نہ جانے کیوں اُس کے سامنے خود کو بے بس محسوس کرنے لگی تھی۔

"تم اس وقت یہاں کیوں آئی تھیں۔"

"بس یونہی۔"

"ایڈونچر....!" کمال تلخ سے انداز میں مسکرایا۔

"یہی سمجھ لیجئے۔"

کمال ساجد کی طرف دیکھ کر مسکرایا پھر بولا۔ ''یہ واقعی بہت دلیر ہیں کیوں نہ انہیں کچھ دیر کے لئے اُس کمرے میں بند کر دیا جائے جس میں لاش رکھی ہوئی ہے۔''

''میں پانچ ہزار لاشوں میں بیٹھ کر ستار بجا سکتی ہوں کمال صاحب۔''

''آہا....!'' ساجد نے قہقہہ لگایا۔ ''تو ٹھہریئے! میں طبلے کا بھی انتظام کراوں ورنہ آپ کو شکایت ہوگی۔''

''کیا واقعی اتنی ہی دلیر ہو۔'' کمال نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''میرا اپنا تو یہی خیال ہے۔''

''صرف اسی معاملے یا ہر معاملے میں۔'' کمال نے سنجیدگی سے پوچھا۔

طاہرہ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اُس نے کہا۔ ''ابھی آپ نے کسی لاش کا تذکرہ کیا تھا۔''

''ہاں.... میرا ہم شبیہہ مر گیا۔''

''کیا وہ حقیقتاً کوئی آدمی تھا۔'' طاہرہ نے پوچھا۔

''حالانکہ تمہیں یقین ہے کہ وہ آدمی ہی ہے۔'' کمال اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

طاہرہ چونک کر اُسے گھورنے لگی۔ لیکن کمال وہ بات ہی اڑا کر بولا۔ ''اس کے پاس کوئی بہت سریع الاثر قسم کا زہر تھا۔ اُس نے خودکشی کر لی۔''

''پولیس کو سنانے کے لئے یہ کہانی بہت شاندار رہے گی۔'' طاہرہ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''مگر شائد آپ کو معلوم نہیں کہ لاشوں کا پوسٹ مارٹم بھی کیا جاتا ہے لیکن ہنٹر کے نشانات کیسے چھپائیں گے آپ لوگ۔''

''ہاں! واقعی اُسے بھی سوچنا چاہئے۔'' کمال نے تشویش آمیز نظروں سے ساجد کی طرف دیکھ کر کہا۔

''کیوں نہ ہم اُسے چپ چاپ کہیں دفن کر دیں۔'' ساجد بولا۔ ''مگر مشکل تو یہ ہے کہ...!'' پھر وہ طاہرہ کی طرف دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

''مجھے یقین ہے کہ یہ محترمہ اپنی زبان بند ہی رکھیں گی۔'' کمال نے طاہرہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''کیوں....؟''

''آپ کو یقین کیوں ہے کہ میں اپنی زبان بند ہی رکھوں گی۔''

''اس لئے کہ تمہیں ان بھوتوں سے کوئی ہمدردی نہیں ہو سکتی۔ تمہارے والد کی موت کے

بھی یہی ذمہ دار نہیں تھے۔"

"آپ کیا جانیں.....!" طاہرہ چونک کر اُسے گھورنے لگی۔

"میں جانتا ہوں۔" کمال نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ پھر بولا۔"میں تمہیں وہ لاش دکھانا چاہتا ہوں۔ شائد پہلے بھی وہ آدمی تمہاری نظر سے گذرا ہو۔"

"مگر وہ تو آپ کا ہم شکل تھا۔" طاہرہ نے کہا۔

"وہ میک اپ تھا۔ جو اب نہیں ہے۔ اب تم اُسے اُس کی اصلی شکل میں دیکھو گی۔"

"اوہ! میں ضرور دیکھوں گی۔" طاہرہ نے مضطربانہ انداز میں اٹھتے ہوئے کہا۔ پھر یک بیک اُس کے چہرے کی رنگت بدل گئی اور وہ کچھ ایسی نظروں سے اُسے دیکھنے لگی جن میں خوف اور شبہے کی آمیزش موجود تھی۔

"مگر یہاں ایک گوریلا تھا۔" اُس نے کہا۔

"اس کی پرواہ نہ کرو۔" کمال نے بے پروائی سے کہا۔"آدمی کے لئے آدمی سے زیادہ خطرناک اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ فی الحال.... چلو.... شائد تم اُسے پہچانتی ہو۔"

"نہیں! میں اپنے کمرے میں واپس جاؤں گی۔"

اس پر ساجد نے ایک زور دار قہقہہ لگایا اور طاہرہ کی انا پھر جاگ اٹھی۔

"چلو.....!" وہ غرا کر بولی۔

وہ کمرے سے نکل کر صحن میں آئے۔ صحن کافی طویل و عریض تھا اور یہاں چاروں طرف اونچی اونچی گھاس اُگی ہوئی تھی۔

کمال اور ساجد کے ہاتھوں میں ٹارچیں تھیں۔

ساجد نے پتھر کے زینوں کی طرف روشنی ڈالتے ہوئے کہا۔"وہ اوپر کے ایک کمرے میں ہے۔ کیوں طاہرہ صاحبہ کیا آپ ان زینوں پر قدم رکھنے کی ہمت کر سکیں گی۔"

"بکواس مت کرو۔" کمال نے جھلائی ہوئی آواز میں کہا اور طویل دالان میں بائیں طرف مڑ گیا۔ پھر ایک کمرے کے سامنے رک کر ٹارچ کی روشنی دروازے پر ڈالی جس سے ایک بڑا سا قفل لٹکا ہوا تھا۔ قفل کھول کر اُس نے دروازے کو دھکا دیا لیکن ساتھ ہی اُس کے منہ سے ایک ہلکی سی تحیر آمیز آواز نکلی۔ کمرہ خالی تھا۔ ساجد ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑا کر رہ گیا۔ وہ کمرے میں داخل ہوئے۔ کمال تشویش آمیز نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

"کیوں کیا بات ہے۔" طاہرہ نے دبی زبان سے پوچھا۔

"لاش یہیں تھی۔" کمال نے جواب دیا۔ "اور میرا دعویٰ ہے کہ اس قفل میں میرے علاوہ اور کسی نے ہاتھ نہیں لگایا۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔" طاہرہ نے مضحکانہ انداز میں پوچھا۔

"پھر بتاؤں گا۔" کمال نے کہا اور جھک کر فرش کا جائزہ لینے لگا۔ فرش گرد آلود تھا۔ لیکن ایک جگہ کافی پھیلاؤ میں گرد کی تہہ کچھ بگڑی بگڑی سی معلوم ہو رہی تھی۔ وہ سیدھا کھڑا ہو کر تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا اور پھر انہیں باہر چلنے کا اشارہ کر کے وہ بھی کمرے سے نکل گیا۔

اب وہ کمرے کو کھلا ہی چھوڑ کر وہاں سے واپس جا رہے تھے۔ قفل کمال کے ہاتھ میں تھا۔

لیکن خواب گاہ کو انہوں نے اس حالت میں نہیں دیکھا جس میں چھوڑ کر گئے تھے۔ مسہریاں الٹی پڑی تھیں۔ بستر اِدھر اُدھر پڑے ہوئے تھے۔ دوسرا سامان بھی ردی حالت میں تھا۔

"کیا خیال ہے۔" کمال طاہرہ کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ "کیا اب ہم لوگ یہاں سے بھاگ جائیں۔"

"میں آپ کو یہی مشورہ دوں گی کہ آپ اسی وقت دوسرے کمروں میں منتقل ہو جائیے۔ میں اور کورنیلیا ایک کمرے میں ہو جائیں گے۔ مگر.... میں یہ مشورہ فضول دے رہی ہوں.... پتہ نہیں آپ نے کس مقصد کے تحت اس حصے کو رہائش کے لئے پسند کیا ہے۔"

"کیا مقصد ہو سکتا ہے۔" کمال نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"کچھ بھی ہو۔ لیکن میں اسے صرف ایڈونچر نہیں سمجھ سکتی۔"

"پھر....!"

"کمال صاحب! نہ جانے کتنے اس چکر میں یہاں آئے اور یا تو پراسرار طریقے پر غائب ہو گئے یا پھر اُن کی لاشیں ملیں۔"

"کس چکر میں۔ ہم کسی ایسے چکر سے واقف نہیں ہیں۔" کمال نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہمارا مقصد تو صرف یہ دریافت کرنا ہے کہ ان بھوتوں کی تندرستی کیسی ہے۔"

"اگر خراب ہو تو.... وزارت صحت....!" ساجد جملہ پورا نہیں کر سکا کیونکہ وہ نہ جانے کیوں اچھل پڑا تھا۔ پھر اُس نے خفیف ہو کر کہا۔ "لاحول ولا قوۃ.... چوہا تھا شائد۔"

"آپ لوگ میرا مضحکہ اڑا رہے ہیں۔" طاہرہ تنک کر بولی۔

"ہو سکتا ہے۔" کمال بولا۔ "ہم اُس وقت تک سنجیدہ نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم ہمیں بھی وہی داستان نہ سنا دو جو کورنیلیا کو سنانے والی تھیں۔"

"کیا آپ اُس سے واقف نہ ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ وہ داستان آپ کو یہاں تک لائی ہو گی۔ ورنہ خواہ مخواہ خطرے میں پڑنا کسے پسند ہو گا۔"

"ہم کچھ بھی نہیں جانتے۔ یقین کرو ویسے میں روحانیات کا متعلم ہوں اور اس قسم کی مافوق الفطرت چیزیں میرے لئے بہت دلچسپ ہوتی ہیں۔"

"لیکن ان واقعات کا روحانیات سے کیا تعلق؟" طاہرہ نے کہا۔

کمال جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ صحن کی طرف سے ایک گرجدار آواز آئی۔

"چلے جاؤ.... یہاں سے چلے جاؤ۔"

اور پھر سناٹا طاری ہو گیا۔ طاہرہ کو اپنے جسم میں ایک سرد سی لہر دوڑتی محسوس ہوئی۔ عجیب قسم کی آواز تھی۔ اُس نے کمال اور ساجد کی طرف دیکھا۔ ساجد کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے مگر کمال کا چہرہ پہلے ہی کی طرح پُر سکون نظر آ رہا تھا۔

طاہرہ اپنے دل کی دھڑکنیں صاف سن رہی تھی بلکہ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے دل کانوں ہی میں دھڑکنے لگا ہو۔

"چلے جاؤ.... چلے جاؤ۔" آواز پھر آئی اور اس بار طاہرہ نے محسوس کر لیا کہ وہ آواز عجیب کیوں معلوم ہوتی تھی۔ آواز گرجدار ضرور تھی لیکن اُس میں رو دینے کا سا انداز بھی شامل تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی شدید تکلیف کی بناء پر کوئی چیخ رہا ہو۔

"ان مسخروں کی شامت آ گئی ہے۔" کمال صحن کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ساجد بھی اُن کے پیچھے چلا اور طاہرہ کے قدم بھی غیر ارادی طور پر اٹھ گئے۔

صحن میں تاریکی اور سناٹے کا وہی عالم تھا۔ جھینگروں کی مسلسل جھائیں جھائیں بھی سناٹے ہی کا ایک جزو معلوم ہو رہی تھی۔

عمارت کے کسی دور افتادہ حصے سے چمگادڑوں کے چیخنے کی آواز آئی اور ساتھ ہی پھر کسی نے کہا۔

"چلے جاؤ یہاں سے.... چلے جاؤ۔"

آواز زینوں کی طرف سے آئی تھی۔ کمال کی ٹارچ روشن ہو گئی۔ ساتھ ہی طاہرہ کے منہ سے ایک ہلکی سی چیخ نکلی۔ درمیانی زینے پر ایک کھوپڑی رکھی ہوئی تھی۔

"کیا مسخرہ پن ہے۔" کمال بڑبڑایا۔ "یہی گیارہواں زینہ ہے۔"

روشنی کا دائرہ اب بھی کھوپڑی ہی پر تھا۔

"چلے جاؤ.... یہاں سے.... چلے جاؤ۔" کھوپڑی سے آواز آئی۔

طاہرہ نے بڑی مضبوطی سے ساجد کا بازو پکڑ رکھا تھا۔

"میں وہیں آرہا ہوں.... فرزند....!" کمال نے کہا اور زینوں کی طرف بڑھنے لگا۔ طاہرہ نے بے اختیارانہ انداز میں کمال پر چھلانگ لگائی۔

"نہیں.... نہیں.... آپ پاگل ہوگئے ہیں۔"

"اوہ.... اسے لے جاؤ.... تم بھی جاؤ۔" کمال نے اُسے ساجد کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

"کمرہ اندر سے بند رکھنا۔ جاؤ۔"

پھر طاہرہ کو اچھی طرح یاد نہیں کہ وہ کس طرح کمرے میں پہنچی۔ تھوڑی دیر بعد جب اُس کے حواس بجا ہوئے تو اُس نے خود کو اُسی کمرے میں پایا جہاں سے کچھ دیر پہلے اُس نے وہ ڈراؤنی آوازیں سنی تھیں۔

ساجد سینے پر ہاتھ باندھے کمرے کے وسط میں خاموش کھڑا تھا۔

طاہرہ نے کچھ کہنا چاہا لیکن الفاظ نہ ملے۔ اُسے اپنا جسم اتنا ہلکا محسوس ہو رہا تھا جیسے ہوا کا ایک معمولی سا جھونکا اُسے اڑا دینے کے لئے کافی ہوگا۔

"تمہاری حالت اچھی نہیں ہے۔" ساجد نے سنجیدگی سے کہا۔

طاہرہ کچھ نہ بولی۔ اُس وقت اُس کا غرور خاک میں مل گیا تھا۔ اُسے اس کا احساس تھا لیکن اس پر افسوس ہرگز نہیں تھا۔ اس کیفیت کی وجہ وہ خود بھی نہ سمجھ سکی۔ حالانکہ وہ مواقع اُس کے لئے بڑے تکلیف دہ ہوتے تھے جب اُس کے غرور کو ٹھیس لگتی تھی۔

"تم نے.... تم نے.... کمال صاحب کو.... روکا نہیں۔" وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

"ہاں.... میں نے نہیں روکا۔" ساجد مسکرا کر بولا۔ "میں نے سوچا اگر کمال صاحب درمیان سے ہٹ جائیں تو تم مجھ میں دلچسپی لینے پر مجبور ہو جاؤ گی۔"

"کیا بکواس ہے۔"

"بکواس نہیں حقیقت ہے۔ کمال صاحب عورتوں کے معاملے میں بدنصیب ترین انسان ہیں۔ اس لئے اُن کے پیچھے پڑنا وقت کی بربادی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ مجھے دیکھو.... میں ایک گھنٹے میں پندرہ ہزار میل کی رفتار سے آہیں بھر سکتا ہوں۔"

"شٹ اپ....!"

"تمہاری مرضی۔" ساجد مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔

طاہرہ صحن کی طرف کے دروازے کی جانب دیکھنے لگی جو اندر سے بند تھا۔

"رمبا ناچنا آتا ہے تمہیں۔" ساجد نے پوچھا۔

"میں کہتی ہوں خاموش رہو۔" طاہرہ جھنجھلا گئی۔ "پتہ نہیں تم لوگ کیا کر رہے ہو۔"

"ہم لوگ....!" ساجد ایک شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسی نے صحن کی طرف سے دروازے کو دھکا دیا۔ ساتھ ہی آواز بھی سنائی دی جو کمال ہی کی تھی۔ ساجد نے دروازہ کھول دیا۔ کمال اندر داخل ہوا۔ اُس کے ہاتھ میں وہی انسانی کھوپڑی تھی جسے کچھ دیر قبل طاہرہ نے گیارہویں زینے پر دیکھا تھا۔

کمال نے اُسے فرش پر ڈالتے ہوئے طاہرہ سے کہا۔ "کیا تم رات یہیں بسر کرو گی۔"

"نن.... نہیں.... تو....!"

"اب جاؤ....!" اُس نے دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ پھر ساجد سے بولا۔ "انہیں ان کے کمرے تک چھوڑ آؤ۔"

طاہرہ چپ چاپ اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی۔ اس میں اُس کے ارادے کو قطعی دخل نہیں تھا۔ پتہ نہیں کیوں کمال اُس کے ذہن پر اس بُری طرح حاوی ہو گیا تھا۔

بھوتوں کے شکاری

دوسری صبح کورنیلیا نے اُسے جھنجھوڑ کر جگایا لیکن اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ نشے میں ہو۔ پچھلی رات تقریباً ساڑھے تین بجے وہ اپنے کمرے میں واپس آئی تھی اور کورنیلیا کے پاس سو گئی تھی۔ کورنیلیا اُس وقت بے خبر سوئی ہوئی تھی۔

"کیا بھنگ پی رکھی ہے تم نے۔" کورنیلیا نے اُسے کھینچ کو بٹھاتے ہوئے کہا۔

"اوں.... ہوں.... مجھے سونے دو۔"

"وہاں ایک صاحب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

"کون ہے۔"

"میں نہیں جانتی۔ لیکن وہ اُن دونوں میں سے نہیں ہے۔"

"اوہ.... کہہ دو کہ میں سو رہی ہوں۔ طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"وہ بہت غصے میں ہے۔"

"اوہ.... کان نہ کھاؤ.... کہہ دو....!"

"وہ بد تمیز بھی معلوم ہوتا ہے۔ میں اُس سے دوسری بار گفتگو نہیں کرنا چاہتی۔" کورنیلیا نے کہا۔

اتنی دیر میں طاہرہ اچھی طرح ہوش میں آگئی تھی۔

"کون ہے! کیا چاہتا ہے۔"

"میں نہیں جانتی.... وہ تم سے ملنا چاہتا ہے۔"

"کیا وہ مجھے جانتا ہے۔" طاہرہ نے پوچھا۔

"عجیب احمق ہو۔ بھلا میں کیا جانوں۔"

"اوہ.... اچھا....!" طاہرہ اٹھ کر غسل خانے میں آئی۔ منہ پر پانی کے چھینٹے دیتے وقت اُسے پچھلی رات کے واقعات یاد آئے اور وہ اُن دونوں کی خیریت دریافت کرنے کے لئے بے چین ہوگئی۔ کمال جیسا آدمی آج تک اُس کی نظروں سے نہیں گذرا تھا۔

اُسے وہ خوفناک کھوپڑی یاد آئی جو انسانوں کی طرح بولتی تھی اور جسے کمال نے بعد میں اس طرح فرش پر پھینک دیا تھا جیسے اس کی نظروں میں وہ بالکل بے حقیقت ہو۔

پھر اُس کے بعد کیا ہوا ہوگا؟ طاہرہ کا ذہن بھٹکنے لگا اور وہ بے خیالی میں اپنے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتی رہی۔ اُسے وقت کا احساس نہیں رہ گیا تھا اگر کورنیلیا باہر سے اُسے مخاطب نہ کرتی تو وہ نہ جانے کتنی دیر تک کھڑی اس شغل کو جاری ہی رکھتی۔ پھر کورنیلیا بھی غسلخانے میں گھس آئی۔

"کیا سوگئی ہو۔" اُس نے کہا۔

"کیا مصیبت آگئی ہے۔" طاہرہ جھنجھلا گئی۔

"وہ کہتا ہے کہ اگر دیر ہوگئی تو میں وہیں آجاؤں گا۔"

"کون گدھا ہے۔ میں دیکھتی ہوں۔"

طاہرہ نے اُسی لباس پر شب خوابی کا لبادہ ڈال لیا اور کورنیلیا کے ساتھ دوسرے کمرے میں آئی۔ یہاں حقیقتاً ایک آدمی اس کا منتظر تھا اور وہ اُسے جانتی تھی۔ یہ یہاں کا ایک مستقل کرائے دار تھا۔ لیکن طاہرہ نے اس سے پہلے اُسے کبھی غصے میں نہیں دیکھا۔ یہ ادھیڑ عمر کا ایک صحت مند آدمی تھا۔ قویٰ مضبوط تھے اور وہ اپنے مضبوط بازوؤں کی نمائش کا خاص طور پر شائق معلوم ہوتا تھا کیونکہ ایک سرد صبح ہونے کے باوجود بھی وہ آدھی آستین کی قمیض میں تھا۔

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ لوگوں کی پالیسی کیا ہے۔" اُس نے غصیلی آواز میں کہا۔

"کیوں؟ میں نہیں سمجھی کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔" طاہرہ حیرت سے بولی۔

"آخر نواب صاحب اُس حصے کو کرائے پر کیوں اٹھا دیتے ہیں جب کہ انہیں معلوم ہے کہ یہاں ایک نہیں کئی کیس ہو چکے ہیں۔"

"آپ کو اس سے کیا نقصان پہنچا ہے۔" طاہرہ کا موڈ بھی خراب ہو گیا۔

"راتوں کی نیند حرام ہو گئی ہے۔ بُرا ہو مکانوں کی قلت کا ورنہ یہ عمارت رہنے کے قابل ہے۔"

"آخر ہوا کیا....!"

"میرے ساتھ چلئے تو دکھاؤں۔ جب بھی اُس حصے میں کوئی کرایہ دار آتا ہے میری شامت آجاتی ہے۔ میرا سب کچھ تباہ ہو گیا۔ ایک چیز بھی اپنی اصلی حالت میں نہیں ہے۔ صرف وہی کمرہ محفوظ ہے جس میں سوتا ہوں۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"چلئے نا میرے ساتھ۔ میں دکھاؤں۔ کسی نے ساری چیزیں کچل کر رکھ دی ہیں۔ کرسیاں اور میزیں تک چور ہو کر رہ گئی ہیں۔"

"اوہ تو ایسی صورت میں آپ کو کمرے چھوڑ دینا چاہئے کہیں اور انتظام کر لیجئے۔"

"کہاں! جہنم میں۔" وہ غرایا۔ "آپ ہی کوئی اور جگہ دلوا دیجئے۔ دوسرا مکان حاصل کر لینا ایسا آسان ہے۔ دیکھئے۔ میں کھلے ہوئے الفاظ میں کہہ رہا ہوں کہ اگر وہ حصہ آج ہی مقفل نہ کرا دیا گیا تو معاملے کو آگے بڑھا دوں گا۔"

"یعنی! میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔"

"میں پولیس کو اس کی اطلاع دوں گا۔ جب وہ حصہ مخدوش ہے تو اُسے کرائے پر کیوں اٹھایا جاتا ہے۔ اخبارات میں مقامی حکام سے سوال کر دوں گا کہ وہ اُسے ہمیشہ کے لئے کیوں نہیں بند کرا دیتے۔ آج سے چھ ماہ قبل ایک واردات ڈی۔ ایس۔ پی سٹی کی آنکھوں کے سامنے ہوئی تھی۔ آخر اُسی وقت وہ حصہ سرکاری طور پر کیوں نہیں مقفل کرا دیا گیا تھا.... اور پھر یہ دونوں کرائے دار مجھے اچھے آدمی نہیں معلوم ہوتے۔"

"میں آپ سے استدعا کروں گی کہ ایسا ضرور کیجئے۔ میں خود بھی یہی چاہتی ہوں کہ اُس حصے کو سرکاری طور پر مقفل کرا دیا جائے۔"

"وہ دونوں ہیں کون....!"

"میں نہیں جانتی۔"

"مگر چوکیدار تو کہہ رہا تھا کہ وہ پچھلی رات کو یہاں آئے تھے۔"

"آپ قطعی غیر ضروری باتیں کر رہے ہیں۔" طاہرہ جھلا گئی۔

"اچھی بات ہے۔ اب میں کچھ نہیں کہوں گا۔" اس نے کہا اور اٹھ کر کمرے سے چلا گیا۔

"کریک ہے کیا۔" کورنیلیا نے ہنس کر کہا لیکن طاہرہ خاموش ہی رہی۔

اس کا ذہن پھر رات کے واقعات میں الجھنے لگا تھا۔

"کیا معاملہ ہے۔ کوئی خاص بات۔" کورنیلیا نے پوچھا۔

"بہت خاص۔ لیکن میں الجھن میں ہوں۔ وہ دونوں میرے لئے مستقل دردسر ہوگئے ہیں۔"

"کیا دونوں سے عشق ہو گیا ہے۔" کورنیلیا نے قہقہہ لگایا۔

"گھٹیا باتیں نہ کرو۔" طاہرہ نے بُرا سامنہ بنایا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ان دونوں پر سب کے سب کیوں خار کھائے ہوئے ہیں۔ یہ کون تھا جو ابھی بکواس کر کے گیا ہے۔"

"ایک کرائے دار۔" طاہرہ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ چند لمحے خاموش رہی پھر اُس نے کہا۔

"ہمیں وہ سب کچھ ضرور دیکھنا چاہئے جس کے متعلق اُس نے کہا تھا۔"

"مگر اس کا خیال رکھنا کہ وہ بہت تاؤ کھا کر یہاں سے گیا ہے۔" کورنیلیا نے کہا۔

طاہرہ نے دوسرے کمرے میں جا کر لباس تبدیل کیا اور باہر جانے کے لئے تیار ہو گئی۔ کورنیلیا پہلے ہی سے تیار تھی۔

وہ عمارت کے اُس حصے میں آئیں جہاں وہ کرائے دار مقیم تھا۔

"دیکھئے! مجھے افسوس ہے۔" طاہرہ نے اُس سے کہا۔ "میں سو کر اٹھی تھی اور آپ جانتے ہیں کہ ایسے اوقات میں دماغ پر قابو نہیں ہوتا۔"

"کوئی بات نہیں۔" کرائے دار بولا۔ "لیکن میرے اس نقصان کا کیا ہوگا۔"

"میں دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"جائیے دیکھ لیجئے۔" وہ ایک کمرے کی طرف اشارہ کر کے ناخوشگوار لہجے میں بولا۔

دروازہ کھلا ہوا تھا اور اندر کی حالت وہیں سے صاف نظر آرہی تھی۔ لیکن پھر بھی طاہرہ اندر چلی گئی۔ کورنیلیا بھی ساتھ تھی۔ دونوں نے متحیرانہ انداز میں چاروں طرف دیکھا۔ کمرہ درحقیقت کسی کباڑی کی دوکان معلوم ہو رہا تھا۔ فرنیچر اور دوسرے آرائشی لوازمات شکستہ حالت میں ڈھیر تھے۔ ان میں سوکھی ہوئی گھاس اور خشک مٹی کے بڑے بڑے ٹکڑے بھی شامل تھے۔

زیادہ غور سے جائزہ لینے پر جانوروں کی ہڈیاں سینگ اور پھٹے پرانے جوتے بھی نظر آئے۔

کرایہ دار باہر ہی تھا وہ ان کے ساتھ اندر نہیں آیا تھا۔

طاہرہ گھوم پھر کر کمرے کی تباہ حالی دیکھ رہی تھی۔ اچانک وہ چلتے چلتے رک گئی اور جھک کر فرش سے کوئی چیز اٹھائی۔ پھر چوروں کی طرح اِدھر اُدھر دیکھ کر اُسے اپنے بلاؤز کے گریبان میں رکھ لیا۔

"مگر یہ سب ہوا کیسے۔ مجھے حیرت ہے۔" طاہرہ نے اُس سے کہا۔

"میں کہتا ہوں کہ جب بھی کوئی اُس منحوس حصے میں مقیم ہوا ہے میرا کچھ نہ کچھ نقصان ضرور ہوا ہے۔"

"آپ دوسرے کمرے میں سوئے تھے؟ یعنی میرا مطلب یہ ہے کہ اس کمرے میں کوئی نہیں تھا۔"

"جی نہیں وہاں کوئی نہیں تھا۔" اُس نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میں مقامی حکام سے ضرور فریاد کروں گا اور آپ شام کے اخبارات میں بہت کچھ دیکھیں گی۔ میرا اتنا نقصان ہوا ہے۔ سینکڑوں روپے کا فرنیچر برباد ہو گیا۔"

"آپ کو اس سے کوئی بھی نہیں روک سکتا۔" طاہرہ نرمی سے بولی۔ "یقیناً آپ کا بہت نقصان ہوا ہے۔"

"میں کہتا ہوں! وہ حصہ کرائے پر اٹھایا ہی کیوں جاتا ہے۔"

"دیکھئے۔ یہ ہمارا قطعی نجی معاملہ ہے۔ ہم کسی سے درخواست کرنے نہیں جاتے کہ وہ ہمارا کرایہ دار بنے۔ آپ ہر وقت کمرے خالی کر سکتے ہیں۔"

"پھر وہی فرعونیت والی بات۔" کرایہ دار جھلا اٹھا۔ "اچھی بات ہے۔ میں دیکھ لوں گا۔"

وہ دونوں وہاں سے چلی آئیں۔ کورنیلیا نے اُس کے متعلق گفتگو چھیڑنی چاہی لیکن طاہرہ نے ہاتھ ہلا کر اُسے روک دیا۔ وہ کچھ سوچ رہی تھی۔

"اچھا تم نے وہاں سے کیا اٹھایا تھا۔" کورنیلیا نے پوچھا۔

"بھوت کی لنگوٹی۔" طاہرہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"مجھے تو اب تم سے خوف معلوم ہونے لگا ہے۔"

"میں تمہیں یہی مشورہ دوں گی کہ واپس جاؤ۔"

"اور تم یہیں رکو گی.... آخر کیوں.... کیا واقعی! وہ آدمی کمال تمہارے ذہن پر۔"

"پھر بکواس شروع کر دی تم نے....!"

"پھر مجھے بتاؤ نا کہ تم یہاں کیوں رکنا چاہتی ہو۔ وہاں سے تم نے کیا اٹھایا تھا۔"

"میں یہ معلوم کیے بغیر نہیں جاسکتی کہ وہ دونوں کون ہیں اور یہاں کیوں آئے ہیں۔"

کورنیلیا خاموش ہوگئی۔ طاہرہ عمارت کے مغربی حصے کی طرف جارہی تھی۔

"کیا وہیں جارہی ہو۔" کورنیلیا نے پوچھا۔

"ہاں....!"

"تب تم تنہا ہی جاؤ۔ مجھے نہ جانے کیوں اُس سے خوف معلوم ہوتا ہے۔"

"کس سے۔"

"کمال سے.... لیکن وہ دوسرا آدمی.... ساجد.... کافی دلچسپ ہے۔"

کورنیلیا اُس کے ساتھ نہیں گئی۔ مغرب رخ والے برآمدے کے قریب پہنچتے ہی طاہرہ کو وائیلن کی آواز سنائی دی۔ نشست کے کمرے کے دروازے کھلے ہوئے تھے اُسے ساجد نظر آیا جس کے سر پر سفید سمور کی ٹوپی تھی اور جسم پر تبت کے لاماؤں کا سا زرد رنگ کا ریشمی لبادہ۔ وہ آنکھیں بند کیے جھوم جھوم کر وائیلن بجارہا تھا۔ طاہرہ بے تکلف اندر چلی گئی۔ کمال موجود نہیں تھا۔ ساجد نے شائد اُس کی آہٹ نہیں سنی تھی۔ وہ بدستور آنکھیں بند کیے وائیلن بجاتا رہا۔

طاہرہ نے زور سے میز پر ہاتھ مارا اور ساجد اچھل پڑا۔

"آہا.... آہا....!" وہ شور مچانے کے سے انداز میں بولا۔ "تان سین کے متعلق مشہور ہے کہ اُس کے گیت پر ساز خود بج اٹھتے تھے.... اور جب میں ساز بجاتا ہوں تو زمین پھٹتی ہے اور اُس میں سے عورتیں ابلنے لگتی ہیں۔"

"کمال صاحب کہاں ہیں۔" طاہرہ نے اُس کی بکواس پر دھیان نہ دے کر پوچھا۔

"کمال صاحب!" ساجد نے ایک طویل سانس لی اور خاموش ہوگیا۔

"کہاں ہیں۔" طاہرہ نے پوچھا۔

"میں نے پچھلی رات انہیں ذبح کردیا اور اس وقت وائیلن بجارہا ہوں۔ بیٹھو تمہیں وہ گیت سناؤں.... جو تان سین نے....!"

"کمال صاحب۔" طاہرہ نے پکارا۔

اور ساجد وائیلن پر بجانے لگا۔ "آواز دے کہاں ہے۔ دنیا مری جواں ہے۔" طاہرہ آگے بڑھی۔ وہ دوسرے کمرے کی طرف جارہی تھی۔

"ٹھہریے۔" ساجد وائیلن ایک طرف رکھ کر کھڑا ہوگیا۔ "وہ اس وقت کسی سے نہیں مل

سکتے۔ آپ کیا چاہتی ہیں۔"

طاہرہ جھلائے ہوئے انداز میں پلٹ پڑی۔ "میں یہ چاہتی ہوں کہ آپ لوگ جلد سے جلد یہ عمارت خالی کر دیں۔ سمجھے! ورنہ بات بہت بڑھ جائے گی۔"

"ہم تین ماہ کا کرایہ ادا کر چکے ہیں۔" ساجد بولا۔

"رقم واپس کر دی جائے گی۔"

"ہم تین ماہ گذارے بغیر یہاں سے نہیں جا سکتے۔" ساجد نے خشک لہجے میں کہا۔

"اچھا تو پھر پولیس آپ سے جواب طلب کرے گی۔"

"کیا بات ہے محترمہ طاہرہ۔" وہ کمال کی آواز سن کر مڑی۔ کمال دروازے میں کھڑا حیرت سے پلکیں جھپکا رہا تھا۔

"آپ لوگ جو کچھ بھی کر رہے ہیں قانون اُسے نظر انداز نہیں کر سکتا۔"

"کیا آپ پچھلی رات کے بارے میں گفتگو کر رہی ہیں۔"

"نہیں....!" طاہرہ اپنے بلاؤز کے گریبان میں ہاتھ ڈالتی ہوئی بولی۔ "کیا یہ فاؤنٹین پن آپ کا نہیں ہے۔" اُس نے گریبان سے ایک فاؤنٹین پن نکال کر اُسے دکھایا۔

"دیکھوں....!" اُس نے ہاتھ بڑھا کر فاؤنٹین پن اُس سے لے لیا۔ اُسے الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا پھر اُس کے چہرے پر نظر جما کر بولا۔ "ہاں یہ میرا ہی ہے۔ آپ کے پاس کیسے پہنچا۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پچھلی رات ساگر صاحب کے کمرے میں آپ ہی تھے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

طاہرہ نے اُسے بتایا کہ وہ قلم اُسے کہاں سے اور کن حالات میں ملا تھا۔ کمال پوری بات سن کر مسکرایا۔

"اور تمہیں یقین ہے کہ اُس کمرے میں میں نے ہی توڑ پھوڑ مچائی ہو گی۔"

"پھر یہ قلم وہاں کیسے پہنچا۔ ساگر اس کی اطلاع پولیس کو دینے جا رہا ہے۔"

"تب تو پھر مجھے بھی پولیس کو اطلاع دینی چاہئے کہ پچھلی رات یہاں ایک انسانی کھوپڑی حلق پھاڑ رہی تھی۔ میرے ہم شکل نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ محترمہ طاہرہ کو ایک گوریلا نظر آیا تھا اور مجھے ان ساری حرکتوں کی ذمہ دار محترمہ طاہرہ معلوم ہوتی ہیں۔"

طاہرہ کچھ نہ بولی۔ وہ لاجواب ہو گئی تھی۔

وہ کچھ دیر تک خاموش رہی پھر اُس نے کہا۔ "آپ اُس کھوپڑی کو اٹھا لائے تھے۔"

"ہاں! وہ تمہارے سامنے ہی کی بات ہے.... بیٹھ جاؤ۔"

"تشریف رکھیئے محترمہ طاہرہ۔" ساجد نے پھر ایک طویل سانس لی اور کمال اُسے گھورنے لگا۔ اُس نے اپنے شانوں کو جنبش دے کر وائیلن کے تاروں پر ناخن لگانا شروع کر دیا۔

"بند کرو! ورنہ میں اسے تمہارے سر پر پھوڑ دوں گا۔" کمال غرایا۔

"اچھا جناب!" ساجد نے وائیلن میز پر ڈال کر ایک طویل انگڑائی لی اور باہر چلا گیا۔

"یہ عجیب آدمی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کبھی غصے میں انہیں مار نہ بیٹھوں۔" طاہرہ نے کہا۔

"ایسے مواقع پر غصہ ضبط کر لینا۔" کمال مسکرایا۔ "وہ بہت شریر ہے! خیر ہاں تو.... ہم اُس کھوپڑی کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔"

"آپ نے اُسے کیسے ہاتھ لگایا ہوگا۔"

"کیوں؟ بھلا اس میں کیا دشواری ہو سکتی تھی۔ کیا آپ یہ سمجھتی ہیں کہ وہ کوئی بُری روح تھی جو اُس کے اندر چیخ رہی تھی۔"

"پھر....!" طاہرہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"قطعی نہیں! مگر میں آپ کو کیوں بتاؤں۔ آپ نے مجھے اب تک وہ داستان نہیں سنائی جو آپ اپنی ساتھی کو سنانے والی تھیں۔"

"کیا آپ کو اس کا علم نہیں ہے۔"

"نہیں میں کچھ نہیں جانتا۔"

"تو پھر کیا یہاں جھک مارنے آئے ہیں۔"

"نہیں بھوت مارنے۔ میں ایک پیشہ ور قسم کا بھوت مار ہوں۔ میں نے اب تک درجنوں بڑے بڑے اور بین الاقوامی قسم کے بھوتوں کا قلع قمع کیا ہے۔ یہ ہے میری موجودگی کا مقصد....!"

پرانی داستان

کمال خاموش ہو گیا۔ طاہرہ بیک وقت کئی باتیں سوچ رہی تھی۔ لیکن اس کا فیصلہ کرنا اس کے بس سے باہر تھا کہ وہ کمال کو کیا سمجھے۔

کمال اُس کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ مسکراہٹ معنی خیز تھی لیکن طاہرہ اُسے بھی کوئی معنی نہ

پہنا سکی آخر کمال بولا۔

"تم مجھے اُن لوگوں میں تصور کر رہی ہو جو یہاں دفینے کے چکر میں آتے رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہاں کوئی ایسا دفینہ نہیں ہے جس پر روحوں کا سایہ ہو۔ روحیں جو دفینے کے لئے قربانیاں مانگتی ہوں۔"

"اُوہو.... پھر کیا مقصد ہے۔" طاہرہ بے ساختہ بولی۔

"مقصد ابھی بتا چکا ہوں۔ اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں ہے۔" کمال نے سگار سلگا کر دھواں منتشر کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو پھر وہ کھوپڑی...." طاہرہ نے کہا۔ "وہ غیر ارادی طور پر بے تکلف ہوتی جارہی تھی۔"

"اوہ.... محض بچوں کا کھیل۔" کمال نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس کے اندر مائیکروفون کا ایک چھوٹا سا ہارن فٹ تھا اور تاروں کا ایک سلسلہ اوپری منزل پر چلا گیا تھا۔ لیکن میں اُن کے دوسرے سرے تک نہیں پہنچ سکا کیونکہ مجھے اوپر آتے دیکھ کر انہوں نے تار کاٹ دیئے اور اپنے ساز و سامان سمیت غائب ہو گئے۔"

طاہرہ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔ لیکن کچھ بولی نہیں۔

"اب ایسی صورت میں.... میں کیا سمجھوں۔" کمال نے کہا۔ "دفینے پر منڈلانے والی روحیں یا.... تم کیا سوچنے لگیں۔"

"میں ابھی تک یقین اور شبہے کی کشمکش میں مبتلا ہوں۔ روایت یہی ہے کہ یہاں ایک دفینہ ہے اور اُس پر روحوں کا سایہ ہے۔ لیکن اب.... اب....!"

"اب تم یہ سوچنے لگی ہو کہ پھر ان حرکتوں کا کیا مطلب ہے۔"

"یقیناً....!"

"کیا اس دفینے کے علاوہ بھی تمہیں کسی دوسری داستان کا علم ہے۔"

"نہیں! اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں جانتی۔ یہ کوٹھی دراصل ہمارے مورث اعلیٰ کو جاگیر میں ملی تھی۔ لیکن یہ اُس وقت اتنی بڑی اور عظیم الشان نہیں تھی۔ یہاں دراصل کسی فرقے کی عبادت گاہ تھی۔ غدر کے زمانے میں اس فرقے کے افراد نے یہاں بہت سے انگریزوں کو قید کر رکھا تھا اور اُنکے مذہبی پیشوا نے کافی لوٹ مار کی تھی اور لوٹ کا بہت سامان یہاں اکٹھا کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ مقامی راجہ کو اُس نے قتل کر کے اُسکی بے شمار دولت پر قبضہ کر لیا تھا اور وہ ساری دولت یہیں کسی مقام پر چھپا دی گئی تھی۔ ایک روایت یہ ہے کہ وہ لوگ دراصل ٹھگ تھے بہرحال

ہمارے مورثِ اعلیٰ کی مدد سے انگریزی فوج یہاں پہنچی اور یہاں کافی کشت و خون ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ اُن لوگوں کا مذہبی پیشوا یا سرغنہ یہیں قتل کر دیا گیا تھا لیکن مقامی راجہ کا خزانہ کسی کو بھی نہ مل سکا۔ خود میرے ہی خاندان کے کئی افراد اس چکر میں موت کا شکار ہوئے۔ میرے والد.....!"

طاہرہ خاموش ہو گئی۔ کچھ دیر تک خاموش رہی پھر کمال نے کہا۔ "یہ داستان بھی میرے لئے نئی نہیں۔"

"پھر آپ اور کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

"چھ ماہ پہلے جو واقعہ پیش آیا تھا اُس کی تفصیل۔"

"اس کی بھی موت ہی اُسے یہاں لائی تھی۔ وہ ہمارا منیجر تھا۔ حکومت نے کسی مقصد کے لئے کوٹھی کرایہ پر حاصل کرنے کی پیشکش کی تھی۔ ہماری طرف سے یہی عذر پیش کیا گیا۔ اس پر منیجر نے کہا کہ وہ گیارہ تاریخ کو گیارہ بجے رات گیارہویں زینے پر چڑھ کر دکھادے گا۔ غالباً اُس کا بھی یہی خیال تھا کہ ان واقعات میں کسی آدمی ہی کا ہاتھ ہے۔ اُس نے شہر کے بعض حکام کو مدعو کیا اور ان کے سامنے زینے پر چڑھنے لگا۔ جیسے ہی اُس نے گیارہویں زینے پر قدم رکھا ایک تیز قسم کی روشنی کا جھماکا سا ہوا۔ ہماری آنکھیں چندھیا گئیں۔ ہم نہیں دیکھ سکے کہ وہ کیسے نیچے گرا۔ کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ وہ اس طرح اُچھلا تھا جیسے کسی غیر مرئی قوت نے اُسے اچھال دیا ہو۔ وہ سر کے بل گرا تھا۔ ظاہر ہے جو حالت ہوئی ہوگی۔ گیارہواں زینہ کافی بلندی پر ہے۔ بہر حال وہ بیچارا اپنا بیان دینے کے لئے زندہ نہیں رہ سکا۔ پھر کسی کی ہمت نہیں پڑی کہ وہ اوپر جاسکتا۔ دوسرے دن البتہ پوری کوٹھی پولیس والوں سے بھر گئی تھی۔"

طاہرہ خاموش ہو گئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد اُس نے کہا۔ "اب آپ کا تجربہ یہ ثابت کرتا ہے کہ چند نامعلوم آدمیوں ہی کی حرکت ہے۔ لیکن گیارہواں زینہ! آخر وہ گرا کیسے ہوگا۔ کیا گیارہویں زینے کے نیچے اسپرنگ پوشیدہ ہیں۔"

"قطعی نہیں۔" کمال بولا۔ "اس سلسلے میں بھی میں اپنا اطمینان کر چکا ہوں۔ اسپرنگ کا امکان نہیں ہے لیکن تم اُس روشنی کو کیوں نظر انداز کیے دے رہی ہو جو اچانک اور غیر متوقع طور پر نظر آئی تھی کیا اس کے اچانک ظاہر ہونے پر تم اچھل نہ پڑی ہوگی۔"

"مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ میں بے تحاشہ اچھل پڑی تھی۔ وہ روشنی اتنی تیز تھی کہ نیچے کئی پٹرومیکس لیمپ ایسے ہی نظر آنے لگے تھے جیسے خود اُن کے سامنے کوئی ننھا سا دیا بے وقعت ہو جائے۔"

''اچھا اب اُس آدمی کے متعلق سوچو جو زینوں پر چڑھ رہا تھا۔ وہ لاکھ دلیر سہی لیکن غیر متوقع طور پر ظاہر ہونے والی روشنی نے اُس کے پیر ضرور اکھاڑ دیئے ہوں گے۔ اور پھر ہو سکتا ہے کہ روشنی کے ساتھ ہی ساتھ اُسے اوپر کچھ اور بھی نظر آیا ہو۔ گیارہویں کیا نویں ہی زینے سے اوپر کے دریچے صاف دکھائی دینے لگتے ہیں۔ فرض کرو اُسے وہاں کوئی گوریلا ہی نظر آیا ہو۔ اس کی جگہ اگر تم ہوتیں تو تمہارا بھی یہی حشر ہوتا حالانکہ تم عام عورتوں سے بہت مختلف ہو۔''

''مکھن.... مسکا.... بٹر....!'' ساجد نے برآمدے سے نعرہ لگایا۔

اور طاہرہ بے تحاشہ ہنسنے لگی۔ کمال بُرا سا منہ بنا کر رہ گیا۔

ساجد نے اُس کے بعد خاموشی اختیار کرلی۔ ماحول پھر سنجیدہ ہو گیا اور طاہرہ نے کہا۔

''مگر وہ لوگ اتنی جلدی غائب کہاں ہو جاتے ہیں۔''

''شائد تم یقین نہ کرو۔'' کمال نے بجھا ہوا سگار سلگا کر کہا۔ ''اس عمارت کے نیچے سرنگوں اور تہہ خانوں کا جال سا بچھا ہوا ہے۔''

طاہرہ کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

''ہاں.... یہ میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں.... ان میں کچھ سرنگوں کی حالت بتاتی ہے کہ وہ صدہا سال پرانی ہیں اور کچھ بالکل نئی معلوم ہوتی ہیں۔ اس عمارت کا شاید ہی کوئی کمرہ ایسا ہو جس میں تہہ خانہ نہ ہو۔ رات میں نے تمہارے کمرے کی بھی سیر کی ہے۔ اُس کے فرش میں بھی ایک پوشیدہ دروازہ ہے۔''

طاہرہ اس طرح ہنسنے لگی جیسے اُسے یقین نہ آیا ہو۔

''میں جھوٹ نہیں کہہ رہا ہوں۔'' کمال نے کہا۔

''اچھا آپ نے میرے کمرے میں کیا دیکھا۔''

''تم اور کورنیلیاڈر کے مارے ایک ہی مسہری پر سوئی تھیں۔''

''اوہ.... آپ نے کسی نوکر سے سنا ہوگا۔'' طاہرہ پھر ہنسنے لگی۔

''اچھا.... آج رات دیکھ لینا۔'' کمال نے سنجیدگی سے کہا۔

''لیکن مقصد! آپ کہتے ہیں کہ دفینے والی داستان فضول ہے۔ آپ نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ یہ انسانوں ہی کی حرکتیں ہیں۔ پھر.... مقصد!.... آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ گیارہ تاریخ.... گیارہ بجے رات.... گیارہواں زینہ.... یہ سب کیا بلا ہیں۔ ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو گیارہ بجے رات یہاں نہ جانے کیا ہوتا ہے۔ بارہویں کی صبح کو زینوں پر خون ملتا ہے۔ خصوصاً گیارہویں

زینے پر تو ایک انچ جگہ بھی ایسی نہیں ملتی جہاں خون نہ ہو۔ گیارہویں زینے سے اوپر کے زینے بے داغ ہوتے ہیں۔ ان پر خون کا ہلکا سا دھبہ بھی نہیں نظر آتا۔ رات بھر وہ غل غپاڑہ رہتا ہے کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی۔ بھلا کس میں ہمت ہے کہ وہ اُس وقت یہاں داخل ہو سکے۔''

''میں وہ رات یہیں گذاروں گا۔'' کمال نے مسکرا کر کہا۔

''آپ پتہ نہیں کس مٹی سے بنے ہیں۔'' طاہرہ بولی۔

''ملتانی مٹی سے۔'' ساجد نے برآمدے سے ہانک لگائی۔ ''چکنے گھڑے ہیں۔''

اس بار اُن دونوں ہی نے دھیان نہیں دیا۔

''کیا تم اس مہم میں حصہ لینا چاہتی ہو۔ میں تمہیں خطرات سے دور ہی رکھوں گا۔''

''میں تیار ہوں۔'' طاہرہ نے کہا۔

''یا اللہ۔'' ساجد نے برآمدے میں اتنے زور سے ٹھنڈی سانس لی کہ اُسے کھانسی آنے لگی۔

طاہرہ کو پھر ہنسی آ گئی اور کمال جھلا کر اٹھا لیکن ساجد اُس کے برآمدے میں پہنچنے سے قبل ہی کھسک گیا تھا۔ کمال واپس آ گیا۔

''یہ آپ کے چھوٹے بھائی ہیں۔'' طاہرہ نے پوچھا۔

''بیہودہ ہے۔'' کمال نے بات اڑا دی۔ ''ہاں! مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ تم کافی ذہین اور دلیر ہو۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کام بہ آسانی انجام دے سکو گی۔ مگر یہ بات ایک مخصوص مدت تک راز ہی رہے گی۔ تم اس کا تذکرہ کسی سے نہیں کرو گی۔ حتیٰ کہ کورنیلیا سے بھی نہیں۔''

''آپ مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہیں۔''

''ساگر کی نگرانی۔''

''ساگر....!'' طاہرہ کی آنکھوں سے حیرت جھانکنے لگی۔

''ہاں ساگر۔ آج اُس کی نقل و حرکت پر نظر رکھو۔''

طاہرہ کسی سوچ میں پڑ گئی۔

''تم سوچ رہی ہو گی کہ میں نے تم پر اتنی جلدی اعتماد کیسے کر لیا۔'' کمال نے کہا۔

''اوہ.... کیا آپ جادوگر ہیں۔'' طاہرہ نے حیرت سے کہا۔ ''ہاں میں یہی سوچ رہی تھی اور یہ بھی سوچ رہی تھی کہ میں آپ پر اعتماد کروں یا نہ کروں۔''

''میں تمہیں کیا نقصان پہنچا سکتا ہوں؟'' کمال نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''کیا تمہارے ساتھ کسی قسم کی سازش کا امکان ہے۔''

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔"

"پھر.....!"

"پھر کچھ نہیں۔ میرے لئے یہ ایک نیا تجربہ ہو گا۔ میں اس کا تعاقب ضرور کروں گی۔ آخر اُسی کے کمرے پر بھوتوں کا حملہ کیوں ہوا اور وہاں آپ کے قلم کی موجودگی کا کیا مطلب تھا۔"

"اسی لئے میں کہتا ہوں کہ تم بہت ذہین ہو۔"

طاہرہ کچھ نہیں بولی۔ کمال سر جھکائے کچھ سوچ رہا تھا۔ اُس کی پیشانی پر شکنیں اُبھری ہوئی تھیں اور طاہرہ اُسے عجیب انداز سے دیکھ رہی تھی۔

پھر کمال نے ایک نئی تجویز پیش کی۔ اُس نے اُس سے کہا وہ بھی ساگر کے ہمراہ پولیس اسٹیشن جائے اور کسی طرح کمال کا فاؤنٹین پن شناخت کر لے۔

طاہرہ اس عجیب و غریب تجویز پر الجھن میں پڑ گئی اور کمال اُسے اور زیادہ پُر اسرار معلوم ہونے لگا۔ لیکن اس نے اس کی تشفی کر دی۔ اُس نے کہا کہ وہ اس طرح ساگر کا اعتماد حاصل کر سکے گی اور اگر تعاقب کے دوران میں ساگر کی نظر اس پر پڑ بھی گئی تو اُسے محض اتفاق سمجھے گا۔ اس طرح وہ شبہے سے بالاتر ہو جائے گی۔

طاہرہ مطمئن تو ہو گئی مگر ایک بے نام سی خلش اُس کے ذہن میں اب بھی باقی تھی۔ اب بھی وہ اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکی تھی کہ کمال کو دوست سمجھے یا دشمن۔

بہر حال وہ کمال کی تجاویز کو ذہن نشین کر لینے کے بعد اپنے کمرے کی طرف روانہ ہو گئی۔ لیکن یہاں نیا شگوفہ کھلا دیکھا۔ کورنیلیا اپنے سامان کے ساتھ ایک پورٹیبل گراموفون بھی لائی تھی جس پر اس وقت موسیقی کا ایک ریکارڈ بج رہا تھا اور کورنیلیا ساجد کے ساتھ رمبا ناچ رہی تھی ساجد اپنے اسی مضحکہ خیز لباس میں تھا۔ یعنی سمور کی سفید ٹوپی اور زرد رنگ کے لبادے میں۔

طاہرہ کو بڑی حیرت ہوئی۔ اس کی دانست میں ابھی تک وہ دونوں دور دور ہی رہے تھے اور حقیقت بھی یہی تھی۔

طاہرہ کو دیکھتے ہی کورنیلیا اچھل کر الگ ہٹ گئی۔ لیکن ساجد آنکھیں بند کئے ہوئے بدستور ناچتا رہا اور اس انداز میں جیسے کورنیلیا اب بھی اُس کے بازوؤں میں ہو۔ وہ ناچتا رہا.... طاہرہ بے تحاشہ ہنستی رہی۔ کورنیلیا بھی ہنس رہی تھی۔ لیکن اس کی ہنسی میں ندامت بھی شامل تھی۔

اچانک وہ آنکھیں بند کئے ہوئے طاہرہ کی طرف جھپٹا اور طاہرہ نے بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ کر اُسے دھکا دے دیا۔ وہ دیوار سے جا ٹکرایا اور اس کی آنکھیں کھل گئیں لیکن پیشانی پر

ناگواری کی شکن تک نہیں تھی۔

اُس نے بڑے پُرخلوص انداز میں کہا۔ "میرے لائق کوئی خدمت۔"

"چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ۔" طاہرہ سنجیدگی سے بولی۔ "کمال صاحب نہیں چاہتے کہ ہم لوگوں میں کسی قسم کا تعلق ظاہر ہو۔"

"آہم....!" ساجد ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "پوری طرح پھنس گئی ہو۔ خیر میرا کیا جاتا ہے۔ اگر تم اپنی خوشی سے اپنے سر پر استرا نہ پھروالو تو میرا ذمہ۔ ویسے مجھے ان گھونگھریالے بالوں کے ضائع ہونے کا بڑا افسوس ہوگا۔"

"کیا مطلب....!"

"کمال صاحب کریک ہیں۔" ساجد نے سنجیدگی سے کہا۔ "فلسفہ کے کیڑے ہیں۔ لہٰذا کھوپڑی الٹ گئی ہے۔ اُن کا خیال ہے کہ اگر عورتیں سر منڈوانا شروع کردیں تو دنیا کی آبادی حیرت انگیز طور پر بڑھ سکتی ہے۔ دلیل کے طور پر وہ افریقہ کی اُن اقوام کو پیش کرتے ہیں جن کی عورتوں میں سر منڈوانے کا رواج پایا جاتا ہے۔ اُن میں سے ہر عورت عمر طبعی کو پہنچتے پہنچتے تقریباً تیس یا چالیس بچے جن ڈالتی ہے.... ہاں.... تو....!"

"کیوں بکواس کررہے ہو۔ جاؤ۔" طاہرہ نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

"تمہاری مرضی۔" ساجد لاپروائی کے اظہار میں اپنے شانوں کو جنبش دے کر بولا۔ "میں نے اپنا فرض ادا کردیا۔ یہ تو تم محسوس کررہی ہوگی کہ وہ حیرت انگیز طور پر اپنی باتیں منوا لیتے ہیں۔ تم خوشی سے اپنا سر منڈواؤ گی۔ ان کا فلسفہ اتنی مضبوطی سے تمہارے ذہن میں جڑیں پکڑے گا کہ تم مجبور ہو جاؤ گی۔ میں اب تک چالیس عدد حسین ترین لڑکیوں کا حشر دیکھ چکا ہوں۔ وہ اب بھی سر منڈواتی ہیں اور خوش ہیں.... اچھا.... ٹاٹا.... میرے باپ کا کیا جاتا ہے۔"

وہ کمرے سے چلا گیا۔ دونوں خاموشی سے ایک دوسری کی طرف دیکھتی رہیں پھر انہوں نے بیساختہ ہنسنا شروع کردیا۔

"ذرا سوچو تو۔" کورنیلیا نے کہا۔ "تمہارا سر انڈے کے چھلکے کی طرح صاف ہے اور کانوں میں آویزے جھول رہے ہیں۔ ہونٹوں پر لپ اسٹک ہے اور نشیلی آنکھیں.... ہائے۔"

"تم بتاؤ کمینی۔ یہ ذرا سی دیر میں اتنی بے تکلفی کیسی۔" طاہرہ نے اُس کے بال پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

"اُرر.... چھوڑو...." کورنیلیا ایک طرف لچکتی ہوئی بولی۔ "بتاتی ہوں۔"

"چلو ساؤنڈ بکس اٹھاؤ۔" طاہرہ نے اُسے گراموفون کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

"میں کیا بتاؤں طاہرہ۔" کورنیلیا ریکارڈ سے ساؤنڈ بکس اٹھا کر ٹرن ٹیبل کو روکتی ہوئی بولی۔ "میں خود نہیں سمجھ سکتی کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ وہ تھوڑی ہی دیر میں اس طرح بے تکلف ہو جاتا ہے جیسے برسوں پرانی ملاقات ہو۔ میں تو کم از کم یہی محسوس کرنے لگی تھی۔ صرف پندرہ منٹ میں اُس نے مجھے رقص کرنے پر آمادہ کر لیا۔ اب مجھے خود الجھن ہو رہی ہے۔"

"یہ دونوں ہی عجیب ہیں۔" طاہرہ آہستہ سے بڑبڑائی۔

"کیوں؟ کوئی خاص بات۔"

"کچھ نہیں! میں بھی ساگر کے ساتھ پولیس اسٹیشن جاؤں گی۔ مجھے یہاں ان دونوں کی موجودگی الجھن میں مبتلا کر رہی ہے۔"

"مگر تم نے تو ابھی اُس سے کہا.... تھا....!"

"وہ کچھ نہیں.... اُسے بھول جاؤ۔ وہ بھی ایک چال تھی۔ یہ دونوں نہ جانے کون ہیں مجھے خوف معلوم ہوتا ہے۔"

"ہائیں! لفظ خوف.... اور تمہاری زبان سے۔ میں کیا سن رہی ہوں۔"

"میں بھی انسان ہی ہوں۔" طاہرہ نے لاپروائی سے کہا۔

چور دروازہ

اس طرح طاہرہ نے اُسے ٹال دیا ورنہ حقیقت یہی تھی کہ اُس کی چھٹی حس ان لوگوں کی طرف سے اپنے لئے کوئی خطرہ محسوس کر رہی تھی۔

ساگر نے اُس کے اس خیال کو بہت سراہا کہ وہ بھی اُس کے ساتھ پولیس اسٹیشن جا کر اپنی طرف سے بھی ایک رپورٹ درج کرائے گی۔ طاہرہ اُس کے تباہ حال کمرے میں کمال کا فاؤنٹین پن دوبارہ ڈال کر مطمئن ہو گئی تھی۔

اسکیم کے مطابق اُس نے ساگر کے ساتھ ہی اپنی رپورٹ بھی درج کرائی اور موجودہ گڑبڑ کے سلسلے میں کمال اور ساجد پر شبہہ ظاہر کیا پھر جب پولیس موقع واردات کا جائزہ لینے کے لئے کوٹھی میں آئی تو طاہرہ نے کمال کا فاؤنٹین پن شناخت کر لیا لیکن اُسے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ سب

انسپکٹر نے اس سلسلے میں کمال سے کیا گفتگو کی۔ بہر حال جب سب انسپکٹر کمال کے کمرے سے نکل کر جانے لگا تو طاہرہ اور ساگر مغربی رخ والے برآمدے سے زیادہ دور نہیں تھے۔ طاہرہ نے کمال کو دیکھا جو برآمدے میں کھڑا غرا رہا تھا۔ سب انسپکٹر برآمدے کے نیچے اُتر آیا تھا۔

کمال اُس سے کہہ رہا تھا۔ ”آپ کیا سمجھتے ہیں جناب۔ جایئے نصیر آباد کے ڈی۔ ایس۔ پی مسٹر کمار سے پوچھ لیجئے کہ میں کون ہوں۔ انہیں کی سفارش پر میں نے یہ حصہ کرائے پر حاصل کیا ہے.... اور میں کوئی گیا گذرا آدمی نہیں ہوں کہ آپ لوگ آکر مجھ پر دھونس جمائیں۔ میں جلال آباد یونیورسٹی کے شعبہ روحانیات کا صدر ہوں میرے خلاف کوئی کاروائی کرنے سے پہلے اپنے ڈی۔ ایس۔ پی سے ضرور مشورہ لیجئے گا سمجھے۔“

اتنا کہہ کر وہ تیر کی طرح اندر چلا گیا اور دوسرے ہی لمحے میں دروازہ بھی ایک زوردار آواز کے ساتھ بند ہو گیا۔

سب انسپکٹر کے چہرے پر جھلاہٹ اور شرمندگی کے ملے جلے آثار تھے وہ سیدھا طاہرہ اور ساگر کی طرف چلا آیا۔

”آپ لوگ فکر مت کیجئے۔“ اُس نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”میں ان حضرت کو دیکھ لوں گا۔ ڈی۔ ایس۔ پی صاحب کے باپ بھی جھک ماریں گے۔ ساگر صاحب! اب آپ ایک رپورٹ اور درج کرا دیجئے کہ اُس نے پولیس کی کاروائی کے بعد آپکو جان سے مار دینے کی دھمکی دی تھی۔“

”آہا....!“ ساگر نے انتہائی خلوص سے کہا۔ ”آپ کا جو دل چاہے لکھ لیجئے۔ دستخط میں کر دوں گا۔“

”اچھا تو آپ آدھے گھنٹے بعد یہاں سے روانہ ہو جایئے گا۔“ سب انسپکٹر نے کہا۔ پھر طاہرہ سے بولا۔ ”اور آپ بطور گواہ اپنا ایک بیان دیجئے گا۔ یہی کہ دھمکی آپکی موجودگی میں دی گئی تھی۔“

”آں.... ہاں.... ضرور....!“ طاہرہ نے بے دلی سے کہا۔ لیکن وہ سوچ رہی تھی کہ حقیقتاً اُسے کیا کرنا چاہئے کہیں یہ چیز کمال کے خلاف نہ ہو۔

سب انسپکٹر کے چلے جانے کے بعد اُس نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح کمال تک پہنچ سکے لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ اب اُسے ساگر کی شخصیت بھی بڑی پُر اسرار معلوم ہونے لگی تھی۔ اُس نے محسوس کیا تھا کہ ساگر ان دونوں سے کچھ اسی قسم کی پرخاش رکھتا تھا جیسے عمارت کے بھوت وہی ہوں۔ آدھے گھنٹے کے بعد اُسے پھر ساگر کے ساتھ پولیس اسٹیشن جانا پڑا۔ سب انسپکٹر نے پہلے ہی سے رپورٹ تیار کر رکھی تھی۔ انہیں صرف اسی پر دستخط بنانے پڑے۔

"کم از کم تین آدمی اور مل جائیں تو بہتر ہے۔" سب انسپکٹر نے کہا۔

"کیسے تین آدمی....!" ساگر نے پوچھا۔

"ایسے جو اس دھمکی کے سلسلے میں شہادت دے سکیں۔"

ساگر چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "میں مہیا کرلوں گا۔"

"جتنی جلدی ہو سکے اتنا ہی اچھا ہے۔" سب انسپکٹر نے کہا۔

پولیس اسٹیشن سے باہر آکر ساگر نے طاہرہ سے استدعا کی کہ وہ کچھ دیر تک اور اُس کے ساتھ رہے کیونکہ وہ اب تک اسی کی کار استعمال کرتا رہا تھا۔ طاہرہ نے سوچا شاید وہ اُن تینوں آدمیوں کی فکر میں ہے جن کی فراہمی کے لئے اُسے سب انسپکٹر سے ہدایت ملی ہے۔

طاہرہ نے بڑی خوشی سے اُس کے لئے ڈرائیو کرنا منظور کرلیا۔

تقریباً ڈھائی گھنٹے میں وہ ایسے تین آدمی مہیا کرسکا۔ اس کے لئے طاہرہ کو متعدد ہوٹلوں، کلبوں اور عمارتوں کے سامنے کار روکنی پڑی تھی۔

بہر حال سارا دن گذر گیا اور طاہرہ کمال کی ہدایت کے مطابق چھپ کر ساگر کا تعاقب نہ کرسکی۔

پھر رات ہوگئی۔ وہ کمال تک پہنچنے کے لئے بُری طرح بے تاب تھی اور اس بات کی منتظر تھی کہ کسی طرح کورنیلیا سو جائے۔ ساگر کی طرف سے تو وہ مطمئن تھی کہ وہ اُسے کمال سے ملتے نہ دیکھ سکے گا کیونکہ وہ یہاں تھا ہی نہیں۔ سر شام ہی وہ یہ کہہ کر چلا گیا تھا کہ جب تک حالات درست نہ ہو جائیں گے وہ اپنے ایک عزیز کے ساتھ قیام کرے گا۔

تقریباً گیارہ بجے کورنیلیا سوئی۔ طاہرہ نے پھر سیاہ پتلون اور سیاہ جیکٹ پہنی۔ باہر پھیلی ہوئی تاریکی نے اُسے اپنے سینے میں چھپالیا۔

اُس کا دل دھڑک رہا تھا اور وہ اس ملاقات کے علاوہ اور کسی چیز کے متعلق نہیں سوچ رہی تھی حتیٰ کہ ملاقات کا مقصد بھی اُس کے ذہن میں نہیں تھا۔ وہ اندھیرے میں آگے بڑھتی جارہی تھی۔ اس عمارت سے متعلق ڈراؤنی باتیں بھی اُسے یاد نہیں آئیں۔

برآمدے میں پہنچ کر اُس نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔ لیکن اندر سے جواب نہیں ملا۔ کمرے میں بھی تاریکی تھی۔ اُس نے دروازے پر ہاتھ پھیرا۔ وہ باہر سے مقفل نہیں تھا۔ دوسرے دروازوں پر جاکر بھی اُس نے اطمینان کرلیا کہ وہ دونوں اندر ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ کوئی بھی دروازہ مقفل نہیں تھا۔

اُس نے ایک ایک کر کے سارے دروازوں پر دستک دی لیکن اندر بدستور سناٹا رہا۔ اپنے

کمروں سے یہاں تک آنے میں ذرہ برابر بھی خوف نہیں محسوس ہوا تھا۔ لیکن اب اُس کے پیر کانپنے لگے اور پھر اُسے احساس ہوا کہ وہ خواہ مخواہ ایک حماقت مٰیں مبتلا ہو گئی ہے۔

وہ بڑی تیزی سے برآمدے سے اتری اور بے تحاشہ اپنے کمروں کی طرف دوڑنے لگی پیروں میں کرپ سول جاتے تھے ورنہ چوکیدار کو یقیناً اپنی طرف متوجہ کر لیتی جو کہیں تھوڑے ہی فاصلے پر "سوتے جاگتے رہو" کی ہانک لگا رہا تھا۔ وہ اس وقت کچھ عجیب سی کیفیت محسوس کر رہی تھی۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر اُس نے ہانپتے ہوئے سوچا کہ خوف کے احساس میں ایک مخصوص قسم کی بو بھی شامل ہوتی ہے۔ پھر وہ اُس بو کے متعلق سوچنے لگی جو اس وقت اُس کے ذہن پر چھائی ہوئی تھی۔ اس طرح وقتی طور پر خوف کا احساس زائل ہو گیا اور پھر وہ اُس بو کے راز کو بھی پا گئی۔ وہ تو شبنم میں بھیگی ہوئی گھاس کی بو تھی جو اُس کے کپڑوں میں بسی ہوئی نفتھلین کی بو سے ہم آہنگ ہو کر ذہن پر ایک عجیب سا اثر ڈال رہی تھی۔

اُس نے جیکٹ اور پتلون اُتار کر سونے کا لباس پہنا اور آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر اپنے ستے ہوئے زرد چہرے کو گھورنے لگی اُسے اپنے عورت پن پر بڑی کوفت محسوس ہو رہی تھی۔ ان دنوں سے پہلے کبھی اُس کے وہم میں بھی یہ بات نہ رہی ہو گی کہ وہ کسی موقعے پر خائف بھی ہو سکتی ہے۔

اُس نے ایک طویل سانس لی۔ لیکن درمیان ہی سے اُس کا سلسلہ منقطع ہو گیا کیونکہ اُس نے اپنے قریب ہی ایک عجیب طرح کی کھڑکھڑاہٹ سنی تھی.... وہ اچھل کر پیچھے ہٹ گئی۔ سنگار میز کی داہنی طرف دیوار میں ایک بڑی سی خلاء نظر آئی۔ طاہرہ نے پھر بے تحاشہ ایک چھلانگ لگائی اور دروازے کے قریب پہنچ گئی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اُس نے ایک ہلکا سا قہقہہ سنا اور دیوار کی خلاء میں دو چہرے دکھائی دیئے۔ جانے پہچانے چہرے۔

دیکھتے ہی دیکھتے کمال اور ساجد کمرے میں آ گئے۔

"تم نے دیکھا۔" کمال آہستہ سے بولا۔

"دیکھا....!" طاہرہ نے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔ وہ دل کی دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔ "لیکن اس طرح" اُس نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ "میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ کہاں تک درست ہے۔"

"مجھے افسوس ہے محترمہ طاہرہ۔" کمال بولا۔ "ہم یہ رات اسی کمرے میں گذاریں گے۔ پھر یہ دیکھئے کہ ہم سچ مچ بھوت تو ہیں نہیں کہ ہماری زندگیاں ہر حال میں محفوظ ہوں.... ذرا ٹھہریئے۔"

کمال خلاء کی طرف واپس گیا۔ طاہرہ صرف اتنا ہی دیکھ سکی کہ اُس نے ایک بار خلاء میں ہاتھ ڈال کر اُسے بڑی سرعت سے باہر نکال لیا اور پھر اُسی قسم کی گھڑ گھڑاہٹ کمرے میں گونج کر رہ گئی جیسی پہلے سنائی دی تھی.... دیوار برابر ہو چکی تھی۔ کمال اُس کی طرف لوٹ آیا۔

"اس وقت وہ ہماری تاک میں ہوں گے۔" کمال نے کہا۔ "ہمارے کمروں پر یقیناً ایک منظم حملہ کیا جائے گا جس کے اثرات تم کل صبح بھی دیکھ سکو گی۔"

طاہرہ کچھ نہ بولی۔ وہ خاموشی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ اُن کے لباس اچھی حالت میں نہیں تھے۔ اُن پر کافی گرد تھی اور جا بجا مکڑیوں کے جالے لپٹے نظر آرہے تھے۔

طاہرہ نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "بیٹھ جایئے! میں ابھی آپ کے کمروں کی طرف گئی تھی۔"

"واقعی تم بہت باہمت ہو۔" کمال نے اُسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

لیکن طاہرہ اپنی بدحواسی یاد کر کے دل ہی دل میں شرمندہ ہو رہی تھی۔

"میں یہ بتانے گئی تھی کہ....!"

"آہا.... مجھے معلوم ہے کہ وہ شام تک آپ کو ساتھ لئے پھرتا رہا ہے۔"

"آپ کیا جانیں۔"

"دن کی بات ہے۔ کوئی ایسا واقعہ نہیں تھا جو چھپ سکتا۔"

"خیر بہر حال! مجھے تعاقب کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔"

"حالانکہ آپ اُس کا تعاقب ہی کرتی رہی تھیں۔ اگر آپ اُن مقامات کی تفصیل دے سکیں جہاں جہاں وہ گیا تھا تو اس سے مقصد حل ہو جائے گا۔"

"اوہ.... وہ تو میں بتا سکتی ہوں۔" طاہرہ نے کہا اور بیان کر چلی۔

"ذرا ٹھہریئے۔ اگر میں نوٹ کرتا چلوں تو زیادہ بہتر ہوگا مگر اس وقت نہ میرے پاس کاغذ ہے اور نہ قلم۔"

طاہرہ نے سنگار کی دراز سے پنسل اور پیڈ نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیا۔

"شکریہ....!"

طاہرہ نے ایک بار پھر تفصیل دہرائی اور وہ نوٹ لیتا گیا۔

"بس ٹھیک۔" اُس نے پنسل میز پر ڈال کر ایک انگڑائی لی اور جیب سے سگار نکال کر اُس کا کونا توڑنے لگا۔

"آپ نے سب انسپکٹر سے سخت کلامی کر کے اچھا نہیں کیا۔" طاہرہ نے تشویش آمیز لہجے

میں کہا۔"وہ انتقامی جذبہ کے تحت کوئی نہ کوئی کارروائی ضرور کرے گا۔"

"اس کی پروانہ نہ کرو۔ لیکن میں ایک بار پھر تمہیں سمجھاؤں گا کہ اس طرح تنہا باہر نہ نکلا کرو۔ اس وقت تم نے ایک بہت بڑی حماقت کی تھی۔"

"آئندہ احتیاط برتوں گی۔ مگر وہ چاہتے کیا ہیں۔ انہوں نے عمارت پر کیوں قبضہ کر رکھا ہے۔ میرا خیال ہے کہ تقریباً سو سال سے عمارت اُن کے قبضے میں ہے۔"

"تمہارا خیال درست ہے اور قبضے کا مقصد غالباً آج بھی وہی ہے جو سو سال پہلے تھا۔"

"کیا مقصد ہو سکتا ہے۔"

"بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ اب تم سو جاؤ۔ ہم دونوں اسی کمرے میں رہیں گے۔ لیکن اس کمرے کا دروازہ کھلا رہنے دینا۔ شائد دوسرے ہی کمرے میں کورنیلیا سو رہی ہے.... اوہ.... کوئی غلط بات مت سوچو۔ یہ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اُس کمرے میں بھی ایک چور دروازہ موجود ہے۔"

ہڈیوں کے ڈھانچے

خواب گاہ میں آکر کافی دیر تک طاہرہ ٹہلتی رہی۔ کورنیلیا بے خبر سو رہی تھی۔ دوسرے کمرے میں کمال اور ساجد تھے لیکن ساجد اس وقت بہت سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ اُس نے ایک بار بھی طاہرہ کو چھیڑنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ دونوں کمروں کے درمیان صرف ایک دروازہ حائل تھا اور کمال کی ہدایت کے مطابق اُسے کھلا ہی رہنے دیا گیا تھا۔ مسہری دروازے کے سامنے ہی تھی۔ طاہرہ سوچ رہی تھی کہ ایسی حالت میں مسہری پر لیٹنا اُس کے لئے قریب قریب ناممکن ہی ہو گا۔ نیند کے دباؤ سے پپوٹے بوجھل ہوئے جا رہے تھے۔ تقریباً ایک گھنٹہ گذر گیا۔ طاہرہ ایک آرام کرسی میں پڑی ہوئی نیند سے لڑتی رہی۔ دوسرے کمرے میں بھی ایک مسہری تھی جس پر ساجد خراٹے لے رہا تھا۔ یہ دراصل کورنیلیا کا کمرہ تھا لیکن پچھلی رات سے وہ دونوں ایک ہی کمرے میں سو رہی تھیں۔

کمال کی عجیب کیفیت تھی لیکن طاہرہ کو اُس میں ذرہ برابر بھی تصنع نظر نہ آیا۔ وہ کبھی ٹہلنے لگتا۔ کبھی بیٹھ کر سگار کا دھواں بکھیرتا۔ کبھی پنسل سے کچھ لکھنے لگتا۔ اُس نے ایک بار بھی طاہرہ کے کمرے کی طرف نہیں دیکھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ خود کو تنہا محسوس کر رہا ہو۔ جیسے ساجد

کے خراٹوں کی آوازیں بھی اس کے کانوں تک نہ پہنچ رہی ہوں۔ اکثر وہ پلکیں جھپکائے بغیر کافی دیر تک کمرے کی کسی نہ کسی چیز کو گھورتا رہتا۔

طاہرہ کا ذہن غنودگی سے ہم آغوش ہونے کے باوجود بھی اُس میں کافی دلچسپی لے رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک نامعلوم توجیہہ کی بناء پر مطمئن ہوگئی۔ ساجد اور کمال اُسے اپنے ہی خاندان کے افراد معلوم ہونے لگے۔ ہو سکتا ہے کہ نیند سے بوکھلائے ہوئے ذہن نے اُسے فریب دیا ہو۔ بہر حال وہ آرام کرسی ہی پر سوگئی۔

پھر دوسری صبح وہ خود سے نہیں جاگی۔ کورنیلیا نے اُسے جگایا اور ساتھ ہی وہ اُس پر برس بھی پڑی۔

"کیوں تم آرام کرسی پر کیوں سوئی تھیں۔ کہہ دیا ہوتا کہ میں تمہارے ساتھ نہیں سوسکتی۔"

"اوہ.... وہ.... بات یہ ہوئی...." طاہرہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔ اُس نے سوچا کہ کمال وغیرہ کورنیلیا کے بیدار ہونے سے قبل ہی وہاں سے چلے گئے ہوں گے۔ ورنہ وہ آرام کرسی پر سونے کے سلسلے میں شکوہ کیوں کرتی۔

"بس یونہی بیٹھے بیٹھے سوگئی تھی۔ ارادتاً ایسا نہیں ہوا تھا۔" اُس نے کہا۔

پھر وہ اٹھ کر دوسرے کمرے میں آئی۔ طاہرہ بہت ذہین تھی اُس نے سوچا کہ کمرے میں اِدھر اُدھر سگار کی راکھ ضرور موجود ہوگی۔ لہٰذا اُسے صاف کردینا چاہئے۔ ورنہ کورنیلیا خواہ مخواہ بات کا بتنگڑ بنادے گی... مگر اُسے کہیں بھی سگار کی راکھ نہ ملی۔ سگار کی راکھ ہی پر منحصر نہیں کمرے میں کہیں بھی کسی دوسرے کی موجودگی کے نشانات نہ ملے۔ ساجد مسہری ہی پر سویا تھا۔ لیکن اُس وقت بستر پر ایک شکن بھی نہیں تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ساری رات خالی پڑا رہا ہو۔

طاہرہ نے اس سلسلے میں سکوت اختیار کرلیا۔

وہ سارا دن اُن دونوں کمروں میں چور دروازے تلاش کرتی رہی لیکن اُسے اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اُس کمرے میں بھی جہاں اُسے پچھلی رات ایک دیوار میں خلاء نظر آئی تھی۔ اس وقت اُس کا نشان بھی نہ مل سکا۔

ساجد اور کمال سے دن بھر ملاقات نہ ہوئی البتہ سرِ شام ساگر آیا اور اُس نے بتایا کہ پولیس اسٹیشن میں پھر طلبی ہوئی ہے۔ لیکن گواہوں سمیت۔ لہٰذا اُسے اُن تینوں آدمیوں کو پھر تلاش کرنا پڑے گا جن کی شہادتیں درج کرائی گئی تھیں۔

اس مہم کے لئے طاہرہ نے خود سے اپنی خدمات پیش کیں۔

"میں آپ کو بہت تکلیف دے رہا ہوں۔" ساگر نے شرمندگی ظاہر کی۔ "لیکن آپ کے

پاس کار ہے۔ وقت کم صرف ہوتا ہے۔"

"اسکی پرواہ نہ کیجئے۔" طاہرہ نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔ "اسمیں میرا مفاد بھی شامل ہے۔"

سب سے پہلے وہ ایک ریستوران میں آئے۔ ساگر نے اُس کے منیجر سے کسی آدمی کے متعلق پوچھ گچھ کی اور پھر مایوسانہ انداز میں سر ہلاتا ہوا باہر نکل آیا۔

"بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔" اُس نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ "راجن کو اس وقت یہاں ہر حال میں موجود رہنا تھا۔ دیکھئے اب اختر اور مائیکل بھی ملتے ہیں یا نہیں۔ اس وقت تھانے میں اُن کی حاضری ضروری ہے۔"

"چلئے دیکھتے ہیں۔ ممکن ہے راجن صاحب تھوڑی دیر بعد یہاں آئیں۔" طاہرہ بولی۔ "آپ نے منیجر سے تو کہہ ہی دیا ہوگا۔"

"جی ہاں.... دیکھئے۔"

کار پھر آگے بڑھ گئی۔ سورج دور کی پہاڑیوں میں غروب ہو رہا تھا اور سرسبز چٹانوں پر کئی طرح کے رنگ لہریں لے رہے تھے۔ سریم بالا کی آبادی بکھری ہوئی ہے اور کسی جگہ بھی آدمی کو اس کا احساس نہیں ہونے پاتا کہ وہ کسی شہری آبادی میں ہے۔ ہری بھری پہاڑیوں کے درمیان سفید اور بھوری عمارتیں چاروں طرف پھیلی ہوئی نظر آتی ہیں۔ طاہرہ کار ڈرائیو کرتے وقت سوچ رہی تھی کہ آج بھی وہ کمال کے لئے خاصی معلومات فراہم کر سکے گی۔ مگر ساگر کا ان معاملات سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ وہ پچھلے دو دنوں کے علاوہ ہمیشہ اُسے سیدھا سادہ بے ضرر انسان معلوم ہوا تھا۔ وہ سریم بالا کے لینڈ کسٹم کا انسپکٹر تھا اور طاہرہ کی کوٹھی کے ایک حصے کا مستقل کرایہ دار۔ اُس کے خاندان کے دوسرے افراد نصیر آباد میں کہیں رہتے تھے اور وہ ملازمت کے سلسلے میں سریم بالا میں مقیم تھا۔

کار اونچی نیچی اور چکر دار سڑکوں پر دوڑتی رہی۔

"ساگر صاحب۔" طاہرہ نے اُسے مخاطب کیا۔ "کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ موجودہ گڑبڑ میں انہیں دونوں کا ہاتھ ہے۔"

"ہو یا نہ ہو۔" ساگر بولا۔ "لیکن موجودہ خلفشار کا باعث یہی دونوں ہیں۔ ان کی آمد سے قبل سکون تھا۔ یوں تو ہر ماہ کی گیارہ کی رات کو وہاں شیطانی ہنگامہ برپا ہوتا ہے لیکن دوسرے لوگوں پر ان کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔"

"اچھا آپ کے کمرے کی تباہی کا ذمہ دار کون ہو سکتا ہے۔" طاہرہ نے پوچھا۔ "ویسے اس کا

فاؤنٹین پن وہاں ملا ہے.... لیکن....!"

"میں یہ کبھی بھی نہیں سوچ سکتا کہ اسکے ذمہ دار وہ دونوں ہیں۔ بھلا وہ میرے کمروں میں داخل کیسے ہو سکتے ہیں اور پھر وہ کمرہ مقفل تھا۔ میں ہمیشہ کچی نیند سوتا ہوں۔ لیکن یقین کیجئے اُس رات ایک سیکنڈ کیلئے بھی میری آنکھ نہیں کھلی اور سارا سامان چوری ہو گیا۔ کیا یہ کسی آدمی کا کام ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اتنا فرنیچر توڑنے میں اتنا شور ہوتا کہ مردے بھی قبروں سے نکل پڑے۔"

"پھر وہاں.... اُس کے فاؤنٹین پن کا پایا جانا....؟" طاہرہ نے سوال کیا۔

"بدروحوں کی حرکت۔ وہ اسی طرح وہاں سے انہیں ہٹانا چاہتی ہیں۔ اب دیکھئے نا کہ میں نے سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی ان دونوں کے خلاف رپورٹ درج کرا دی ہے۔"

"مجھے تو وہ دونوں بھی بھوت ہی معلوم دیتے ہیں۔" طاہرہ نے کہا۔ "یقیناً وہ ساری رات سو نہ سکتے ہوں گے۔"

"میرا خیال ہے کہ اُن کے دماغوں میں فتور ہے۔ وہ اُس روایتی دفینے ہی کے چکر میں ہیں۔ میں لعنت بھیجتا ہوں ایسے دفینے پر جس کے حصول کے لئے زندگی کو خطرے میں ڈالنا پڑے۔ ویسے یہ روایت بھی مجھے بکواس ہی معلوم ہوتی ہے.... آپ کا کیا خیال ہے؟"

"ہم سب بھی اسے بکواس ہی سمجھتے رہے ہیں۔" طاہرہ بولی۔ "ورنہ اب تک کوٹھی کا ایک ایک حصہ کھود ڈالا جاتا۔"

"مگر یہ دونوں ہیں کون۔" ساگر نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔ "اُس نے کل سب انسپکٹر سے کہا تھا کہ وہ جلال آباد یونیورسٹی کے شعبہ روحانیات کا صدر ہے۔ لیکن جلال آباد یونیورسٹی میں روحانیات کا شعبہ ہی نہیں ہے۔"

"روحانیات کا شعبہ ہی نہیں ہے۔" طاہرہ نے حیرت سے دہرایا۔

"جی ہاں نہیں ہے۔ میں تحقیق کر چکا ہوں۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔" طاہرہ نے کہا۔ "اب تو مجھے اس میں بھی شبہ ہے کہ ڈی۔ ایس۔ پی نصیر آباد نے اُن کی سفارش کی ہو گی۔"

"مجھے بھی یقین نہیں ہے۔" ساگر بولا۔ "یہاں کے انچارج نے اُس کے متعلق معلوم کرنا چاہا تھا لیکن ڈی۔ ایس۔ پی صاحب مل نہیں سکے۔ وہ آج کل دورے پر ہیں۔"

"بس پھر کیا ہے۔" طاہرہ نے خوش ہو کر کہا۔ "سب انسپکٹر انہیں پھانس لے گا۔"

"لیکن یہ بات آپ کو کس سے معلوم ہوئی تھی کہ ڈی۔ ایس۔ پی نے انکی سفارش کی تھی۔"

"چچا جان سے.... نواب عابد صاحب سے۔"

"نہیں محترمہ طاہرہ.... کوئی بات ضرور ہے۔" ساگر سر ہلا کر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ خود نواب صاحب بھی اب دفینے کے چکر میں پڑ گئے ہیں اور ان دونوں آدمیوں کی مدد سے اُسے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے یہی بات ہو۔" طاہرہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ لیکن چچا جان نے اس کا اظہار نہیں کیا۔

جواب میں ساگر نے کچھ نہیں کہا.... کار چلتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے اُسے ایک عمارت کے سامنے رکوایا اور طاہرہ کو منتظر رہنے کا اشارہ کرتا ہوا اندر چلا گیا۔

اب اچھی طرح اندھیرا پھیل گیا تھا۔ طاہرہ نے محسوس کیا کہ اُس نے اتنی دیر میں پورے سریم بالا کا چکر لگا ڈالا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ساگر نے واپس آکر کہا۔

"وہ دونوں تو مل گئے اختر اور مائیکل.... ہو سکتا ہے راجن اب پولیس اسٹیشن پہنچ گیا ہو۔"

پھر اُس نے دوسری طرف مڑ کر کہا۔ "تم دونوں پیچھے بیٹھ جاؤ۔"

پچھلی نشست کا دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر بیٹھ گئے۔ ساگر طاہرہ کے برابر جا بیٹھا۔

"اب ہمیں سیدھے پولیس اسٹیشن ہی چلنا چاہئے۔" ساگر بولا۔

کار پھر چل پڑی۔ تھوڑی دیر تک چلتی رہی۔ پھر ساگر نے کہا۔

"اوہ ٹھیک یاد آیا۔ میں بھی کتنا احمق ہوں۔ کہیں راجن ہیری کا ٹیج میں نہ ہو۔ ذرا کار دائیں طرف موڑ لیجئے۔ یہاں بھی دیکھ لوں۔"

"راستہ ٹھیک نہیں۔" طاہرہ بولی۔

"تو پھر یہیں روک لیجئے۔ آپکو تکلیف تو ہوگی۔ بہت دیر ہو گئی۔ ایک فرلانگ چلنا پڑے گا۔"

طاہرہ نے سنسان سڑک پر کار روک دی۔ لیکن انجن نہیں بند کیا۔ ہیڈ لائیٹس اور اندر کی لائٹ بدستور جلتی رہیں اختر اور مائیکل یا جو کچھ بھی اُن کے نام رہے ہوں پچھلی نشست ہی پر موجود تھے۔ راجن کی تلاش میں ساگر تنہا گیا تھا۔

طاہرہ اب بور ہونے لگی تھی اور سوچ رہی تھی کہ یہ قصہ بھی جلد ہی ختم ہو جائے تو اچھا ہے۔ اُس نے دونوں کہنیاں اوپر اٹھا کر ایک انگڑائی لی لیکن ہاتھوں کے گرانے کی نوبت نہیں آئی کیونکہ وہ پیچھے سے پکڑ لئے گئے تھے۔ قبل اس کے کہ طاہرہ سنبھلتی ایک ہاتھ اُس کے منہ پر پڑا اور وہیں جم کر رہ گیا۔

پھر انجن بند ہوتے ہی روشنی بھی گل ہو گئی۔ طاہرہ کو پچھلی نشست پر کھینچ لیا گیا تھا۔ گرفت اتنی مضبوط تھی کہ جنبش کرنا بھی محال تھا۔

کسی کا ہاتھ بدستور اُس کے منہ پر جما رہا۔ اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔ پھر اُسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے اس کا گلا بھی گھونٹا جا رہا ہو۔ ذرا سی دیر میں اُس کا ذہن گہری تاریکی میں ڈوب گیا۔

لیکن دوبارہ ہوش آنے میں بھی دیر نہیں لگی۔ کار ابھی تک چل رہی تھی اور اُس کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے تھے۔ منہ میں حلق تک کپڑا ٹھونس دیا گیا تھا اور وہ سانس لینے میں دشواری محسوس کر رہی تھی۔

اندر کی روشنی بجھی ہوئی تھی۔

بندشیں کچھ اس قسم کی تھیں کہ وہ حرکت بھی نہیں کر سکتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد کار رک گئی اور اُسے کار سے نکال کر نیچے زمین پر ڈال دیا گیا۔ طاہرہ کی سمجھ میں نہیں آسکا کہ وہ کس مقام پر ہے۔ کیونکہ چاروں طرف گہرا اندھیرا تھا۔

پھر دو آدمیوں نے اُسے اٹھایا اور ایک طرف چلنے لگے۔ طاہرہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ رہی تھی اور اُس کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا اور اب اُسے سچ مچ خوف محسوس ہونے لگا تھا۔ اُسے کمال اور ساجد یاد آئے لیکن وہ سوچنے لگی کہ ممکن ہے کہ وہ اب تک اُسے دھوکا دیتے رہے ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ ساگر اور وہ ایک ہی پارٹی سے تعلق رکھتے ہوں۔ کچھ دیر بعد طاہرہ نے محسوس کیا جیسے وہ لوگ زینوں سے نیچے اُتر رہے ہوں۔

دوسرے ہی لمحے میں کسی نے ٹارچ روشن کی اور وہ ساگر کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ وہ اُس کے آگے چل رہا تھا۔ طاہرہ عجیب قسم کی بدبو محسوس کر رہی تھی۔ سیلن کی بو اور بساندھ۔ یقیناً یہ کوئی تہہ خانہ ہی تھا۔

"اب یہ اپنے پیروں سے چلے گی۔" ساگر نے رک کر اُس پر ٹارچ کی روشنی ڈالتے ہوئے کہا۔

طاہرہ کو فرش پر ڈال دیا گیا۔ پھر اُس کے ہاتھ پیر رسیوں کی بندش سے آزاد ہو گئے۔ منہ سے کپڑا بھی نکال دیا گیا۔

"تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو۔" طاہرہ نے خوفزدہ آواز میں کہا۔

"ابھی معلوم ہو جائے گا۔" ساگر نے نرم آواز میں کہا۔ "تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ مطمئن رہو۔"

وہ پھر چل پڑے۔ یہ کوئی سرنگ تھی جو تقریباً چھ فٹ چوڑی اور آٹھ فٹ اونچی رہی ہو گی۔

بدبو کی وجہ سے طاہرہ کا دم گھٹ رہا تھا۔

ساگر ایک ایسے دروازے کے سامنے رک گیا جس میں بڑا سا قفل پڑا ہوا تھا اور سرنگ یہاں ختم ہونے کے بجائے دو شاخوں میں تقسیم ہو کر مخالف سمتوں میں مڑ گئی تھی۔ ساگر نے قفل کھول کر دروازے کو دھکا دیا اور ٹارچ کی روشنی میں اندر جو کچھ بھی طاہرہ کو نظر آیا اُس کی ایک جھلک ہی رگوں میں خون منجمد کر دینے کے لئے کافی تھی۔ بے شمار ہڈیوں کے ڈھانچے۔ طاہرہ کے پیچھے کھڑے ہوئے آدمیوں نے اُسے اندر دھکیل دیا۔ طاہرہ کی چیخ تہہ خانے میں گونج کر رہ گئی۔

وہ اُن ڈھانچوں پر جاگری تھی۔ گرنے کے بعد بھی اُس کے منہ سے پے در پے کئی چیخیں نکل گئیں۔

ساگر نے ایک طرف رکھا ہوا مٹی کے تیل کا لیمپ روشن کر دیا۔ طاہرہ بے تحاشہ اٹھ کر دیوار سے جا لگی اور ساگر ہنسنے لگا۔

"ڈرو نہیں۔" اُس نے نرم لہجے میں کہا۔ "اگر تم میرے سوالات کے صحیح جوابات دو گی تو تمہارا یہ حشر نہیں ہوگا۔"

طاہرہ کچھ نہیں بولی۔ کوئی چیز اُس کے حلق میں پھنس کر بولنے سے روک رہی تھی۔

ساگر اُسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اختر اور مائیکل دروازے کے دونوں طرف خاموش کھڑے تھے۔

"وہ دونوں کون ہیں اور کہاں ہیں؟" ساگر نے پوچھا۔

"مم.... میں....!" طاہرہ ہکلا کر رہ گئی۔

"ڈرو نہیں....!"

"میں نہیں جانتی کہ وہ کون ہیں۔"

"لیکن تم اُن سے برابر ملتی رہی ہو۔"

طاہرہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"پھر....!"

"میں نہیں جانتی کہ وہ کون ہیں۔ میں یہی معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ کون ہیں۔"

"تم وہ قلم میرے کمرے سے اٹھا لے گئی تھیں.... اور پھر اُسے وہیں ڈال گئی تھیں۔ کیا اُسی نے ایسا کرنے کے لئے کہا تھا۔"

"اُسی نے کہا تھا۔"

"اور اُسی کے مشورے پر تم نے بھی رپورٹ درج کرائی تھی۔"

طاہرہ نے پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اور تم انہیں نہیں جانتیں۔"

"نہیں....!"

"بکواس ہے.... میں کبھی یقین نہیں کر سکتا۔" ساگر کا لہجہ سخت ہو گیا۔

اور طاہرہ صرف تھوک نگل کر رہ گئی۔

"وہ کہاں ہیں؟" ساگر نے خونخوار آنکھوں سے گھور کر پوچھا۔

"وہیں ہوں گے وہیں.... اور میں کیا جانوں۔"

"نہیں! وہ کل رات سے وہاں نہیں ہیں۔"

"پھر میں کیا بتا سکتی ہوں۔ آپ یقین کیجئے۔ میں ان کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتی۔"

"تم جھوٹی ہو۔" ساگر نے گرج کر کہا۔

طاہرہ کا دل ڈوبنے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس طرح اس مصیبت' سے پیچھا چھڑائے۔ وہ اپنی حالت سنبھالے رکھنے کیلئے انتہائی جدوجہد کر رہی تھی۔ وہ حقیقتاً کمال اور ساجد کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتی تھی اُسے بتاتی کیا۔ بہر حال وہ انہیں دونوں کی بدولت اس نامعلوم وبال میں پھنسی تھی اور اب وہ اپنے ایڈونچر کے شوق کو دل ہی دل میں سلواتیں سنا رہی تھی۔

"یوں نہیں جناب۔" دروازے کے قریب کھڑے ہوئے آدمیوں میں سے ایک نے کہا۔ "صرف ایک چھٹانک خون.... عقل ٹھکانے آجائے گی۔"

"مجبوراً کوئی نہ کوئی اذیت دینی ہی پڑیگی۔" ساگر طاہرہ کے چہرے پر نظر جمائے ہوئے بولا۔

"میں کچھ نہیں جانتی ساگر صاحب۔" طاہرہ گڑگڑائی۔

"نہ جانتی ہو گی۔" ساگر نے لاپروائی سے کہا۔ "خیر اب اپنی معلومات میں اضافہ کرو۔ دنیا کے بہتیرے عجائبات ابھی تک تمہاری نظروں سے نہ گذرے ہوں گے۔ تم ایک ذہین لڑکی ہو۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تمہاری جنرل نالج میں اضافہ ہو۔ کیا تم آدم خور چوہوں کے متعلق علم رکھتی ہو۔"

طاہرہ کچھ نہیں بولی۔

ساگر نے تھوڑی دیر بعد پھر کہا۔ "تم نہیں جانتیں لیکن میں تمہیں دکھاؤں گا۔ اختر.... وہ پنجرہ لاؤ....!"

اختر چلا گیا۔ ساگر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور وہ طاہرہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"میں نہیں چاہتا تھا کہ نواب عابد کے خاندان کا کوئی فرد اس چکر میں پڑ کر موت کا شکار ہو۔ لیکن تم نے مجھے مجبور کر دیا۔ تم ان خوفناک چوہوں کے ساتھ یہاں چھوڑ دی جاؤ گی اور صرف دو دن بعد ہمیں یہاں ہڈیوں کا ایک نیا پنجرہ ملے گا۔"

طاہرہ کانپ گئی۔

ساگر پھر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی اور دوسرے ہی لمحے میں اختر خالی ہاتھ کمرے میں داخل ہوا۔

"کیا بات ہے۔" ساگر نے حیرت سے پوچھا۔

"جناب! یہاں ہمارے علاوہ بھی اور کوئی موجود ہے۔" اختر ہانپتا ہوا بولا۔

"ہشت کیا بکواس ہے۔ تم نے کسی کو دیکھا ہے۔"

"جی نہیں آہٹیں سنی ہیں۔"

"وہم ہے.... جاؤ.... پنجرہ لاؤ.... وہ بہت دنوں سے بھوکے ہیں اور پھر آج انہیں زندہ گوشت ملے گا.... جاؤ....!"

"ساگر صاحب! خدا کے لئے۔" طاہرہ گڑگڑائی۔

"مجھے خدا سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ویسے وہ چوہے آج ضرور خدا کا شکر ادا کریں گے۔"

اختر دوبارہ چلا گیا تھا اور اب کمرے پر خاموشی مسلط تھی۔ ویسے طاہرہ کو یہی محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی ہر سانس چیخ رہی ہو۔ دل کنپٹیوں میں دھڑکتا معلوم ہو رہا تھا۔

اچانک پھر دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز آئی اور اختر دھڑام سے اندر آگرا۔

"جناب.... جناب....!" وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ "میں نے کسی کو دیکھا ہے۔"

"ضرور دیکھا ہوگا۔" ساگر تلخ انداز میں مسکرایا۔ "اختر میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں تم چاہتے ہو کہ یہ لڑکی صرف آج کی رات بچ جائے۔"

"جناب یقین کیجئے....!"

"مائیکل تم جاؤ....!" ساگر کا لہجہ بہت سرد تھا۔

"ٹھہریئے۔" طاہرہ اپنا کانپتا ہوا ہاتھ اٹھا کر بدقت بولی۔ "میں بتاتی ہوں۔ چچا جان نے اُن دونوں کو بھیجا ہے.... دفینہ تلاش کرنے کے لئے.... میں نے چچا جان سے وعدہ کیا تھا کہ انہیں اس کام میں مدد دوں گی۔ وہ دونوں ڈاکو ہیں بینکوں کی تجوریاں توڑتے ہیں۔ نقب لگاتے ہیں۔"

"مکھیاں مار کر شمار کرتے ہیں۔" ساگر نے قہقہہ لگایا۔ پھر تلخ لہجے میں بولا۔ "اب تم سچ بولو یا

جھوٹ میرے چوہے آج رات بھوکے نہیں رہیں گے اور اختر تم کب تک اس طرح زمین پر پڑے رہو گے.... اٹھو۔''

اختر ہاتھ ٹیک کر اٹھ رہا تھا کہ مائیکل نہ جانے کس طرح اُس کے اوپر آگرا اور دونوں کی چیخیں تہہ خانے میں گونج کر رہ گئیں۔

ساگر جھلا کر پلٹا۔ لیکن اُس کے منہ سے بھی ایک تحیر آمیز آواز نکلی اور طاہرہ کی آنکھیں تو پہلے ہی پھیل گئی تھیں۔

دروازے میں کمال کھڑا انہیں گھور رہا تھا۔ اس کے داہنے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

''میں یہ پوچھنے کے لئے آیا ہوں ساگر صاحب۔'' اُس نے سنجیدگی سے کہا۔ ''کہ آپ یہ ڈھانچے کس حساب سے فروخت کریں گے۔ یہ اتنے ہی ہیں یا کچھ اسٹاک کسی دوسرے گودام میں بھی ہے۔''

''تم یہاں سے بچ کر نہیں جاسکتے۔'' ساگر غرایا۔

اس کی پھرتی یقیناً بڑی حیرت انگیز تھی۔ اس نے طاہرہ کو اپنے آگے کر کے بازوؤں میں جکڑ لیا تھا اور کمال کے ریوالور کا رخ طاہرہ کے سینے کی طرف تھا۔

لیکن اب طاہرہ کو نہ جانے کیوں اس کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں رہ گئی تھی۔ اُس نے رہائی کے لئے ہاتھ پیر مارنے شروع کر دیئے۔

''اختر.... مائیکل....!'' ساگر چیخا۔ لیکن اُن کے اٹھنے سے پہلے ہی ساجد کمرے میں داخل ہو چکا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں لوہے کی ایک موٹی سی سلاخ تھی۔ پہلے اختر ہی سامنے پڑا۔ اور اُسے دوسرے ہی لمحے میں اپنا سر پکڑ کر ڈھیر ہو جانا پڑا۔

پھر مائیکل غرا کر جھپٹا۔ ساجد نے سلاخ گھمائی تو لیکن وہ مائیکل کی گرفت میں آگئی۔ پہلے سلاخ کے لئے زور ہوتا رہا پھر دونوں لپٹ پڑے۔ کمال آہستہ آہستہ ساگر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اچانک اس کا پیر اختر کے سر سے بہتے ہوئے خون پر پھسل گیا اور انتہائی کوشش کے باوجود بھی وہ نہ سنبھل سکا۔ ادھر وہ گرا اُدھر ساگر نے طاہرہ کو چھوڑ کر اُس پر چھلانگ لگادی۔

ریوالور اب بھی کمال کے ہاتھ میں تھا اور ساگر اُسے چھین لینے کی کوشش کر رہا تھا۔

طاہرہ بے حس و حرکت کھڑی اُن کی کشمکش دیکھ رہی تھی۔ مائیکل یقیناً ساجد سے زیادہ طاقتور تھا۔ دونوں ایک دوسرے پر گھونسے برسا رہے تھے۔

طاہرہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔

اچانک اسکی نظر لوہے کی سلاخ پر پڑی اور اُس نے جھپٹ کر اُسے اٹھالیا۔ پھر وہ آندھی کی طرح ساگر اور کمال کی طرف بڑھی۔ دونوں گتھے ہوئے تھے۔ اس نے سلاخ ساگر کے سر پر رسید کر دی مگر دوسرے ہی لمحے میں اُسکے ہاتھ پیر پھول گئے کیونکہ وہ کراہ ساگر کی نہیں بلکہ کمال کی تھی۔

وہ سب کیا تھا

غلطی کا احساس ہوتے ہی سلاخ اُس کے ہاتھ سے چھوٹ پڑی اُس نے بد حواسی میں ساگر کی بجائے کمال کے سر کو نشانہ بنالیا تھا۔

یہ لمحہ واقعی عجیب تھا۔ طاہرہ اُن دونوں پر جھکی ہوئی تھی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ دفعتاً ساگر اچھل کر الگ ہٹ گیا۔ ریوالور اُس کے ہاتھ میں تھا اُس نے کمال پر فائر کر دیا جو اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ طاہرہ نے اُسے اچھل کر دوسری طرف گرتے دیکھا اور وہ پاگلوں کی طرح ساگر پر ٹوٹ پڑی۔

پھر فائر ہوا اور گولی اُس کے داہنے بازو اور پسلیوں کے درمیان سے نکل گئی۔

طاہرہ کو دراصل ہوش نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے۔

کمال نے پھر ساگر پر چھلانگ لگائی اور طاہرہ ہڈیوں کے ڈھانچے پر جاپڑی اُس نے ساگر کو کمرے سے بھاگتے دیکھا۔

لیکن کمال اُس کے پیچھے جانے کی بجائے مائیکل پر جھپٹا جو ساجد کو زمین پر گرائے ہوئے اُس کا گلا گھونٹ رہا تھا۔

دوسرے ہی لمحے میں طاہرہ نے اُسے کمال کی گرفت میں دیکھا وہ اُسے اپنے سر سے اونچا اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُس نے اُسے فضا میں بلند کر کے سامنے والی دیوار پر دے مارا۔

مائیکل کے حلق سے ایک ہی چیخ نکل سکی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ آخری چیخ رہی ہو۔

طاہرہ اب بھی ہڈیوں کے ڈھانچوں پر بے حس و حرکت پڑی ہوئی تھی۔ اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اُس کے جسم میں آنکھوں اور تیزی سے دھڑکتے ہوئے دل کے علاوہ اور کچھ بھی نہ ہو.... کمال نے آگے بڑھ کر اُسے اٹھایا۔

"وہ.... وہ نکل گیا۔" طاہرہ بدقت تمام بولی۔

"باہر نہیں نکل سکتا.... میں نے ساری راہیں پہلے ہی مسدود کردی ہیں۔ مگر ریوالور اُس کے پاس ہے۔"

قریب ہی ساجد کھڑا ہانپ رہا تھا۔

"آپ کے سر سے خون بہہ رہا ہے۔" اس نے کہا۔

"محترمہ طاہرہ کی مہربانی ہے۔" وہ مسکرایا۔

"دیکھئے.... وہ.... غلطی....!" طاہرہ اس سے زیادہ اور کچھ نہ کہہ سکی۔ نہ جانے کیوں اُس کی آنکھوں میں آنسوؤں کا طوفان امنڈ آیا اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"انہیں سنبھالو۔" کمال نے ساجد سے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

"میں تمہیں کسطرح سنبھالوں۔" ساجد طاہرہ کے قریب جاکر بولا مگر وہ بدستور روتی رہی۔

"اب ایسی صورت میں میں بھی رونا شروع کردوں تو کیسی رہے۔" ساجد نے کہا۔

طاہرہ اب بھی کچھ نہ بولی۔ بس وہ روئے جارہی تھی اور اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیوں رورہی ہے۔ اُس نے کئی بار اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر خاموش ہونے کی کوشش کی لیکن وہ ناکام رہی۔

"کیا یہ رونا بھی ایڈونچر میں شامل ہے۔" ساجد جل کر بولا۔

"مجھے افسوس ہے.... مجھے افسوس ہے۔" طاہرہ بدقت تمام بولی۔

اور ساجد اچھل پڑا۔ اس کی وجہ شائد فائر کی آواز تھی جسے طاہرہ نے بھی سنا تھا۔ وہ حیرت انگیز طور پر خاموش ہوگئی۔ بالکل اسی طرح جیسے کسی کار میں پورے بریک لگ گئے ہوں۔

ساجد دروازے کی طرف جھپٹا۔ طاہرہ بھی اُس کے پیچھے بھاگی لیکن سرنگ کے سرے پر پہنچ کر ساجد رک گیا۔

طاہرہ بھی سوچنے لگی کہ آواز کدھر سے آئی تھی۔

وہ تین سرنگوں کے دہانے پر کھڑے تھے اور اس کا فیصلہ کرنا آسان کام نہیں تھا کہ آواز کدھر سے آئی تھی۔

"اس طرح آگے بڑھنا بھی ٹھیک نہیں ہے۔" ساجد بڑبڑایا۔ "وہ اس وقت پاگل ہورہا ہے اور اُس کے ہاتھ میں ریوالور ہے۔"

"کمال صاحب تنہا ہیں۔" طاہرہ نے پھنسی پھنسی سی آواز میں کہا۔

"اس کی پرواہ نہ کرو۔ تنہائی میں اُن کے ہاتھ بہت تیزی سے چلتے ہیں۔"

"میں مطمئن نہیں ہوں۔"

"آہا....!" ساجد جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "تمہیں میری فکر کیوں نہیں ہے۔ کمال صاحب میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں۔"

"آپ ایسی حالت میں بھی اپنی شرارتوں سے باز نہیں آرہے ہیں۔" طاہرہ نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"لیکن اسکے باوجود بھی آج تک میری شادی نہیں ہو سکی۔" ساجد ٹھنڈی سانس لیکر بولا۔

اور ٹھیک اسی وقت انہیں قدموں کی آواز آئی جو داہنی طرف کی سرنگ سے آرہی تھی۔

"کون ہے؟" طاہرہ نے سرگوشی کی۔

"چلنے کا انداز.... اپنے تیس مار خاں ہی کا سا ہے۔" ساجد بولا۔

اور پھر کمال روشنی میں آگیا۔

"وہ نکل گیا۔" اُس نے کہا۔ "لیکن.... اب بھی میری دسترس سے باہر نہیں ہے۔ تم طاہرہ اُن کے کمرے میں لے جاؤ اور وہیں میرے منتظر رہنا۔"

"میری کار نہ جانے کہاں ہو گی۔" طاہرہ بڑبڑائی۔

"میں تمہاری کار ہی پر واپس آؤں گا۔ جاؤ۔"

طاہرہ ساجد کے ساتھ چلتی رہی۔ اُسے وقت کا بھی احساس نہیں رہ گیا تھا۔

اُسے اچھی طرح یاد نہیں کہ وہ کیسے اپنے کمرے میں پہنچی۔ ساجد نے چور دروازہ کھلا ہی رہنے دیا تھا۔

کورنیلیا موجود نہیں تھی اور کمرہ باہر سے مقفل تھا۔

طاہرہ نے دیوار سے لگی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھا۔ گیارہ بج رہے تھے۔

"وہ یقیناً میری تلاش میں گئی ہو گی۔" طاہرہ نے کہا۔

"وہ رمبا بہت اچھا ناچتی ہے۔" ساجد بولا۔ "کیا تم بھی ناچ سکتی ہو۔"

"ساجد صاحب پتہ نہیں آپ دونوں کس قسم کے آدمی ہیں۔"

"ہم دونوں پٹھان قسم کے آدمی ہیں۔ کمال صاحب نسلاً آفریدی ہیں۔ اور میں.... میری نسل کا پتہ آج تک نہیں چل سکا۔ ویسے تلاش جاری ہے۔"

"مجھے ان حادثات کے متعلق بتایئے۔"

"اگر یہ حادثات تھے تو مجھے ان پر پھر غور کرنا پڑے گا۔ کیونکہ میں تو ابھی تک پنگ پانگ کھیل رہا ہوں لیکن اگر تم کمال صاحب سے پوچھو تو وہ کہیں گے کہ میں لوڈو کھیل رہا تھا۔ بس طاہر صاحبہ! اس سے زیادہ میں کبھی کچھ نہیں جانتا۔"

"وہ ہڈیوں کے ڈھانچے کیسے تھے۔"

"کچھ پرانے تھے اور کچھ نئے۔ ویسے اپنے کام کا ایک بھی نہیں تھا۔"

"آپ مجھے چڑھا رہے ہیں۔" طاہرہ جھنجھلا گئی۔

"میں بہت تھک گیا ہوں طاہرہ صاحبہ۔" ساجد کچھ اور کہتے کہتے رک گیا پھر آہستہ سے بولا۔ "شاید ادھر کوئی آرہا ہے۔ اچھا میں چلا۔ ممکن ہے کورنیلیا ہو۔ میں دروازے کی طرف سے واپس آؤں گا اور اُس وقت مجھے گرما گرم کافی کا ایک کپ درکار ہوگا۔ کورنیلیا سے ان واقعات کا تذکرہ مت کرنا۔ کسی سے بھی نہیں سمجھیں۔"

ساجد چور دروازے میں اُتر گیا اور دیوار برابر ہوگئی۔ ساتھ ہی کسی نے باہر کے قفل میں کنجی گھمائی۔ آنے والی کورنیلیا ہی تھی۔ طاہرہ کو کمرے میں دیکھ کر اُس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلی۔ وہ سچ مچ ڈر گئی تھی۔ لیکن طاہرہ نے اُسے بتایا کہ شاید وہ دوسری طرف کا دروازہ اندر سے بند کرنا بھول گئی تھی وہ کھلا ہوا تھا۔ لہٰذا اُسے اندر پہنچنے میں دشواری نہیں ہوئی۔

"تم ساگر صاحب کے ساتھ گئی تھیں۔" کورنیلیا نے پوچھا۔

"ہاں پھر اُس کے بعد اپنے ایک عزیز کے گھر چلی گئی تھی۔" طاہرہ نے بات ختم کر دی۔

تھوڑی دیر بعد ساجد واپس آگیا۔ اس دوران میں طاہرہ نے کافی کے لئے ہیٹر پر پانی رکھ دیا۔

اُس کے آتے ہی نیا ہنگامہ شروع ہوگیا۔ اُس نے کورنیلیا کو پھر رمبا ناچنے پر آمادہ کر لیا۔

طاہرہ کو الجھن ہورہی تھی۔ اُس کے ذہن پر اب بھی ہڈیوں کے ڈھانچے مسلط تھے اور وہ سوچ رہی تھی کہ اگر کمال اور ساجد وہاں نہ پہنچتے تو اس کا کیا حشر ہوتا۔ .. آدم خور چوہے.... وہ کانپ گئی۔

گراموفون کی موسیقی کمرے میں گونج رہی تھی۔ کورنیلیا اور ساجد ناچ رہے تھے۔ پھر طاہرہ کو مائیکل یاد آیا جسے کمال نے دیوار پر دے مارا تھا۔ وہ سوچنے لگی کہ وہ تو یقیناً مر گیا ہوگا۔ اختر کے سر پر ساجد نے سلاخ ماری تھی اور اب اتنے اطمینان سے ناچ رہا ہے جیسے سچ مچ وہ ابھی تک پنگ پانگ ہی کھیلتا رہا ہو۔

موسیقی کے ساتھ ہی ساتھ کورنیلیا کے چیختے ہوئے قہقہے بھی کمرے میں گونج رہے تھے۔

"بس بند کرو۔" طاہرہ جھنجھلا کر چیخی۔ اُسے ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے اس پر ہسٹریا قسم کا کوئی

ورہ پڑ جائے گا۔ ذہنی انتشار انتہا کو پہنچ گیا تھا۔

دونوں ناچتے ناچتے رک گئے۔ ریکارڈ سے ساؤنڈ بکس اٹھادیا گیا اور ساجد نے طاہرہ سے کہا۔ ابھی تو اچھی بھلی تھیں۔"

"تم لوگ مجھے پاگل بنادو گے۔" طاہرہ نے پھٹی پھٹی سی آواز میں کہا اور دوسرے کمرے میں کر دروازہ بند کرلیا۔ وہ دونوں دوسری طرف سے دروازہ ہی پیٹتے رہ گئے۔

طاہرہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر آرام کرسی میں گر گئی۔

اُس پر سچ مچ غشی سی طاری ہوتی جارہی تھی۔

دوسری صبح اُسے کورنیلیا سے معلوم ہوا کہ کمال پچھلی رات آکر ساجد کو اپنے ہمراہ لے گیا تھا۔ اس کے بعد سے دونوں کا کوئی پتہ نہیں اور کوٹھی کی کمپاؤنڈ پولیس والوں سے بھری ہوئی ہے۔ طاہرہ بوکھلا کر باہر نکل آئی۔

حقیقتاً کمپاؤنڈ میں چاروں طرف پولیس ہی پولیس نظر آرہی تھی۔ طاہرہ عمارت کے مغربی صے کی طرف چل پڑی لیکن وہاں مسلح پہرہ تھا۔ اُسے برآمدے میں بھی نہیں جانے دیا گیا۔

اُس نے ایک کانسٹیبل سے کہا۔ "میں کمال صاحب سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"یہاں کوئی کمال ومال نہیں ہے۔" اُس نے جواب دیا۔

"کل تو تھے۔"

"میں نہیں جانتا۔ اُدھر جانے کی اجازت نہیں ہے۔"

طاہرہ چپ چاپ پلٹ آئی اور دن بھر خاموشی سے سب کچھ دیکھتی رہی۔ کمال اور ساجد کا پتہ نہ تھا۔ گیراج سے ان کی کار بھی غائب تھی لیکن خود طاہرہ کی کار موجود تھی۔ اُسے اپنی کار کے اسٹیئرنگ میں کاغذ کا ایک ٹکڑا بندھا ہوا نظر آیا۔ طاہرہ نے مضطربانہ انداز میں اُسے کھینچ کر ل ڈالا۔ اس میں اُسی کو مخاطب کر کے کمال نے لکھا تھا۔

"ان واقعات سے متعلق اپنی زبان ہمیشہ بند رکھنا۔ میں تمہارا شکر گذار ہوں تم بہت دلیر ڑکی ہو۔ بہت جلد تم سے دوبارہ ملاقات ہونے کی توقع ہے۔ پھر میں تمہیں سب کچھ بتادوں گا۔"

طاہرہ نے اس تحریر کو کئی بار پڑھنے کے بعد کاغذ کا ٹکڑا بلاؤز کے گریبان میں رکھ لیا۔

تین دن تک طاہرہ وہاں مقیم رہ کر پولیس کی کاروائیاں دیکھتی رہی۔ لیکن وہاں پولیس کی سوجوگی کی وجہ کسی کو بھی نہ معلوم ہوسکی۔ کورنیلیا اس ماحول میں نہ ٹھہر سکی۔ وہ دوسرے ہی دن سے رخصت ہوگئی تھی۔

تیسرے دن طاہرہ نے بھی اپنا سامان کار کی اسٹپنی میں رکھوا دیا لیکن پولیس والوں نے کو
تعرض نہ کیا.... طاہرہ کے ذہن پر عجیب طرح کی اداسی مسلط تھی۔

اُسکی کار سریم بالا کی پیچیدہ اترائیوں سے نکل کر میدان میں آگئی۔ آج وہ بہت بے دلی سے
ڈرائیو کررہی تھی۔ اُسے تیز قسم کی ڈرائیونگ سے عشق تھا۔ لیکن آج اُسکی کار کی رفتار بہت کم تھی۔
اچانک ایک تیز رفتار کار برابر سے نکلی اور کوئی گیلی سی چیز اُس کے گال سے ٹکرا کر گود میں
آرہی۔ یہ کیلے کا چھلکا تھا۔ یک بیک اُس کا دل خوشی سے ناچ اٹھا۔

دوسری کار آگے جاکر رک گئی تھی۔ طاہرہ نے رفتار بڑھادی اور چشم زدن میں اُس کے
برابر پہنچ گئی۔ اسٹیئرنگ کے سامنے ساجد بیٹھا ہوا گال کھجارہا تھا اور کمال پچھلی نشست پر تھا۔ طاہرہ
سے نظر ملتے ہی وہ عجیب انداز سے مسکرایا۔

پھر وہ سب کاروں سے نیچے اُتر آئے۔

"میں تمہارا شکر گذار ہوں کہ تم نے کسی سے اُس کا تذکرہ نہیں کیا۔" کمال نے کہا۔ "آ
اِدھر درخت کے نیچے آجاؤ۔"

وہ ایک سایہ دار درخت کی نیچے جا بیٹھے۔ ساجد خاموش تھا۔

"اسکا تذکرہ کسی سے کبھی مت کرنا۔" کمال نے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکال کر طاہرہ کیطرف بڑھا
ہوئے کہا اور دفعتاً طاہرہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ کارڈ پر تحریر تھا۔ "کرنل فریدی۔"

"آپ.... آپ....!"

"ہاں! میں ایک بار پھر تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ تم نے ہماری بہت مدد کی ہے۔"

طاہرہ کو سکتہ سا ہو گیا تھا۔ وہ اس وقت ملک کے ایک بہت بڑے آدمی سے ہم کلام تھی وہ
بین الاقوامی شہرت کا مالک تھا۔

"میرے وزیٹنگ کارڈ ابھی چھپ کر نہیں آئے۔" ساجد بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "ورنہ
میری شخصیت سے بھی واقف ہو جاتیں۔ لوگ مجھے کیپٹن حمید کے نام سے یاد کرتے ہیں اور
دیتے ہیں۔"

طاہرہ خاموش ہی رہی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے کیا کہنا چاہئے۔

"ساگر گرفتار ہو گیا ہے۔" فریدی نے کہا۔ "وہ درندوں اور فرشتوں کا گروہ تھا۔ اُن کے آبا
اجداد ٹھگ تھے مگر غالباً اُن ٹھگوں سے مختلف جو کالی دیوی کے پجاریوں میں سے تھے اور اُسے
انسانوں کی بھینٹ دیا کرتے تھے۔ ان لوگوں کا دیوتا کالی سے مختلف ہے۔ کم از کم اپنے یہاں کے

ضمیات سے تو اس کا کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ ٹھیک گیارہویں زینے کے نیچے والے تہہ خانے میں اُس کا بت شکستہ حالت میں موجود ہے۔ یہ لوگ وہاں ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو انسانی قربانی دیا کرتے تھے۔ اس عمارت کی تاریخ یہی بتاتی ہے کہ وہ غدر سے پہلے ان ٹھگوں کی عبادت گاہ تھی۔ اُن کی نسلیں آج تک وہاں عبادت کرتی رہی ہیں اور ان کا طریقہ کار یہی تھا جو تم دیکھ اور سن چکی ہو۔ دوسروں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی جاتی تھی کہ وہ حصہ آسیب زدہ ہے۔ لہٰذا لوگ اُس سے دور ہی دور رہتے تھے۔ بہر حال یہ مذہب پوشیدہ طور پر اب تک زندہ رہا۔ اس کے ماننے والوں کا خیال ہے کہ اگر وہ دیوتا کو انسان کی بھینٹ نہ دیں گے تو مفلس ہو جائیں گے۔ اُن کے نام ہندوؤں مسلمانوں، سکھوں اور عیسائیوں کے سے ہیں لیکن حقیقتاً ان مذاہب سے اُن کا کوئی تعلق نہیں۔ اِن کا دیوتا دولت کا دیوتا ہے۔ دولت اس کی رحمت ہے جو ان پر نازل ہوتی ہے۔ اور وہ اُسے خوش کرنے کے لئے اُس پر اپنے ہی جیسے انسانوں کو قربان کر دیتے ہیں۔ ساگر اُن کا مذہبی پیشوا ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ وہ لینڈ کسٹم کا انسپکٹر تھا۔ لیکن اُس سے زیادہ دولت مند شاید ہی ان اطراف میں اور کوئی نکل سکے۔ اس کا دیوتا رشوت کی شکل میں اس پر اپنی رحمتیں نازل کرتا رہا۔ وہ لاکھوں کا آدمی ہے۔ اب تک تقریباً ڈیڑھ سو افراد گرفتار ہو چکے ہیں لیکن ان میں ایک بھی مفلس نہیں ملا۔ انہیں انسانی خون کے عوض دولت ملی ہے۔"

تھوڑی دیر کے لئے سکوت ہو گیا۔ پھر طاہرہ بولی۔

"لیکن آپ اس واقعے کو چھپانا کیوں چاہتے ہیں۔"

"مصلحت.....!" فریدی نے آہستہ سے کہا۔ "تم جانتی ہو کہ یہ خبر آگ کی طرح ساری دنیا میں پھیل جائے گی اور ہم مہذب ممالک کے سامنے سر اٹھانے کے قابل نہ رہ جائیں گے۔ تم خود سوچو کتنی بُری بات ہے۔"

"ہے تو.....!"

"تم نے ہڈیوں کے ڈھانچے دیکھے تھے۔ ایسے ہی سیکڑوں ڈھانچے دوسرے تہہ خانوں میں پٹے پڑے ہیں۔ یہ سب انہیں آدمیوں کے ڈھانچے ہیں جو اب تک اُس خونی دیوتا پر قربان کئے جاتے رہے ہیں۔ ان کم بختوں کے پاس سے کئی طرح کی بلائیں برآمد ہوئی ہیں۔ گوشت خور چوہے۔ خوفناک بن مانس۔ مردہ خور بجو مگر حیرت ہے کہ یہ لوگ اب تک بچے رہے۔"

طاہرہ خاموش رہی۔ وہ کچھ نہیں کہنا چاہتی تھی۔ مگر سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کہنا چاہتی ہے آخر اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"آپ مطمئن رہئے۔ میرے گھر والوں کو بھی اس کا علم نہ ہونے پائے گا۔"

"شکریہ.....!" فریدی بولا۔ "اور میں ایک بار پھر اس کا اعتراف کروں گا کہ تم عام عورتوں سے بہت مختلف ہو۔ بہت دلیر۔ لیکن ساتھ ہی یہ نصیحت بھی کروں گا کہ آئندہ الٹے سیدھے ایڈونچر سے احتراز کرنا۔ اکثر تم آنکھیں بند کر کے بہت آگے بڑھ جاتی ہو۔"

طاہرہ کچھ نہ بولی۔ نہ جانے کیوں وہ سوچ رہی تھی کہ فریدی کو اس کے علاوہ بھی اور کچھ کہنا چاہئے۔ لیکن اُس نے اور کچھ نہیں کہا۔ پھر دونوں بہت ہی مخلصانہ انداز میں مصافحہ کر کے رخصت ہو گئے۔

طاہرہ کے ذہن پر کئی دنوں تک اُداسی چھائی رہی۔

وہ اکثر بے خیالی میں بڑبڑانے لگتی۔ "کمال کاش تم.... سچ مچ کمال ہوتے۔ ایک گمنام شخصیت.... ایک معمولی آدمی.....!"

پھر خود ہی کہتی۔ "کیا بکواس ہے.... میں.... کیا بک رہی ہوں۔ وہ کسی ناول کا پلاٹ نہیں تھا۔ کسی فلم کی کہانی نہیں تھی جس میں میں نے ہیروئن کا رول ادا کیا ہو۔"

لیکن وہ بے نام سی اداسی ہر وقت اُس کے ذہن پر چھائی رہتی۔ وہ زبردستی ہنسنے کی کوشش کرتی.... بے تحاشہ قہقہے لگاتی.... لیکن اس کے بعد اس کا دل اور زیادہ ڈوبنے لگتا۔

ختم شد